ہفت روزہ

# ندائے خلافت

لاہور

15

www.tanzeem.org

9 تا 15 اپریل 2013ء / 27 جمادی الاوّل تا 4 جمادی الثانی 1434ھ

اس شمارے میں

نگرانوں کی نگرانی کون کرے گا؟

جنت اور اس کی نعمتیں

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا

سیاسی تجزیہ اور ووٹر کے لیے راہنمائی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

مسلمان عورت کی تربیت اولاد میں غفلت

سلطان محمود فاتح

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

## اصلی دہشت گرد کون؟

### جرمن نو مسلم کا دنیا سے سوال

نومسلم پیئر ے وو جل کوبلنز (سابق باکسر) سے ایک بار ایک پریس کانفرنس میں ''اسلام اور دہشت گردی'' کا آپس میں تعلق بارے سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کا نہایت جراتمندانہ جواب دیا جو تاریخی حقائق کی روشنی میں تھا۔ انہوں نے کہا: اگر مسلمان دہشت گرد ہیں تو مجھے بتایئے:

☆ کیا پہلی جنگ عظیم کی آگ مسلمانوں نے بھڑکائی تھی؟

☆ کیا دوسری جنگ عظیم مسلمانوں نے شروع کی تھی؟

☆ کیا آسٹریلیا کے دو کروڑ اصلی باشندوں کو مسلمانوں نے موت کے گھاٹ اتارا تھا؟

☆ کیا ہیروشیما اور ناگاساکی کو نیست و نابود کرنے کے لئے ایٹم بم مسلمانوں نے گرائے تھے؟

☆ کیا شمالی امریکا میں دس کروڑ سے زیادہ ریڈ انڈینز کو مسلمانوں نے ہلاک کیا تھا؟

☆ کیا جنوبی امریکہ میں پانچ کروڑ سے زیادہ ریڈ انڈینز کو مسلمانوں نے مارا تھا؟

☆ کیا اٹھارہ کروڑ سے زیادہ سیاہ فاموں کو ان کے ملکوں سے غلام بنا کر مسلمان لائے تھے، جن میں سے 77 فیصد افریقی جانوروں کی طرح لائے جانے کی وجہ سے راستے میں ہی مر گئے اور ان کی لاشوں کو بحر اوقیانوس میں پھینک دیا گیا؟

نہیں، یہ سب کچھ مسلمانوں نے نہیں کیا۔ لوگو، بچ جانے کی کوشش کرو تا کہ معلوم ہو سکے کہ اصلی دہشت گرد کون ہیں؟

مرسلہ: شعیب تنولی

# سورۃ الرعد

## (آیات: 8 تا 11)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝٨ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝٩
سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝١٠ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ
مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝١١

**آیت 8** ﴿اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى﴾ ’’اللہ خوب جانتا ہے کہ ہر مادہ کیا اٹھائے ہوئے ہے‘‘

ہر مادہ چاہے وہ انسان ہے یا حیوان‘ اُس کے رحم میں جو کچھ ہے اللہ کے علم میں ہے۔

﴿وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ﴾ ’’اور (وہ جانتا ہے) جس قدر رحم سکڑتے ہیں یا بڑھتے ہیں۔‘‘

جب حمل ٹھہر جاتا ہے تو رحم سکڑتا ہے اور جب بچہ بڑھتا ہے تو اس کے بڑھنے سے رحم پھیلتا ہے۔ ایک ایک مادہ کے اندر ہونے والی اس طرح کی ایک ایک تبدیلی کو اللہ خوب جانتا ہے۔

﴿وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝٨﴾ ’’اور ہر چیز اُس کے ہاں اندازے کے مطابق ہے۔‘‘

اس کائنات کا پورا نظام ایک طے شدہ حکمت عملی کے تحت چل رہا ہے جہاں ہر چیز کی مقدار اور ہر کام کے لیے قاعدہ اور قانون مقرر ہے۔

**آیت 9** ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝٩﴾ ’’وہ جاننے والا ہے غیب اور ظاہر کا‘ (وہ) بہت بڑا‘ بہت بلندی والا ہے۔‘‘

**آیت 10** ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝١٠﴾ ’’(اُس کے علم میں) برابر ہیں تم میں سے جو بات کو (دل میں) چھپائیں اور جو اسے (بلند آواز سے) ظاہر کریں اور وہ جو رات کی تاریکی میں چھپے ہوئے ہوں اور جو دن کی روشنی میں چلتے پھرتے ہوں۔‘‘

غیاب کی صورت ہو یا ظہور کا عالم‘ اللہ کے علم کے سامنے سب برابر ہے۔ ہر چیز اور اس کی ہر کیفیت ہر آن اس کے سامنے حاضر و موجود ہے۔

**آیت 11** ﴿لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ﴾ ’’اس (انسان) کے لیے باری باری آنے والے (پہرے دار مقرر) ہیں‘ وہ اس کے سامنے اور اس کے پیچھے سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں اللہ کے حکم سے۔‘‘

یہ مضمون اس سے پہلے ہم سورۃ الانعام (آیت ۶۱) میں بھی پڑھ چکے ہیں: ﴿وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ﴾ کہ اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے تمہارے اوپر محافظ بھیجتا ہے۔ اللہ کے مقرر کردہ یہ فرشتے اللہ کی مشیت کے مطابق ہر وقت انسان کی حفاظت کرتے رہتے ہیں‘ حتیٰ کہ اس کی موت کا وقت آ پہنچتا ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ﴾ ’’یقیناً اللہ کسی قوم کے حالات نہیں بدلتا‘ جب تک کہ وہ خود نہیں بدل دیتے اُس (کیفیت) کو جو اُن کے دلوں میں ہے۔‘‘

آپ اپنی باطنی کیفیت کو بدلیں گے‘ اس کے لیے محنت کریں گے تو اللہ کی طرف سے بھی آپ کے معاملے میں تبدیلی کر دی جائے گی۔ مولانا ظفر علی خان نے اس آیت کی ترجمانی ان خوبصورت الفاظ میں کی ہے: ؎

خدا نے آج تک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

﴿وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝١١﴾ ’’اور جب اللہ کسی قوم کے لیے کسی بری شے (عذاب) کا فیصلہ کر لیتا ہے تو پھر اس کو لوٹانے والا کوئی نہیں ہے‘ اور نہیں ہے ان کے لیے اللہ کے سوا کوئی مددگار۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

**ایوب بیگ مرزا**

# نگرانوں کی نگرانی کون کرے گا؟

جمہوری دنیا میں پاکستان واحد ملک ہے جہاں انتخابات کروانے کے لیے ایک عبوری حکومتی نظام قائم کرنا پڑتا ہے۔ ظاہراً یہ ایک معمولی بات ہے لیکن حقیقتاً یہ ایک بہت بڑی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم پاکستانیوں کا باہمی اعتماد مکمل طور پر دم توڑ چکا ہے۔ بددیانتی اور بدعہدی کا ایک سیل رواں ہے جس میں قوم بہتی چلی جا رہی ہے۔ بدعنوانی اور جعلسازی کا ایک طوفان ہے جو اس قوم نے برپا کر رکھا ہے۔ بدانتظامی اور بدکرداری کا ایک سونامی ہے جو ہر شے کو تہ و بالا کر رہا ہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے حکومتی ارکان نے جاتے ہوئے قومی خزانے سے وہ سلوک کیا کہ کوئی فاتح مالِ غنیمت سے بھی وہ سلوک نہیں کرتا۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق پانچ سالوں میں 10 بلین ڈالر کی ریکارڈ کرپشن کی گئی۔ لہٰذا اس پس منظر میں دیکھا جائے تو عبوری سیٹ اپ کا قیام واقعتاً ایک ناگزیر ضرورت تھی۔ لیکن حکومت اور اپوزیشن نے اس ناگزیر ضرورت کو پورا کرنے کے لیے جس بدسلیقگی اور بدحواسی کا مظاہرہ کیا وہ بھی شاید دنیا میں اسی قوم کے رہبر کر سکتے تھے۔ وفاقی سطح پر حکومت اور اپوزیشن کو اور ان کی قائم کردہ پارلیمنٹری کمیٹی کو 18 کروڑ عوام میں سے ایک دیانت دار غیر جانبدار فرد نہ مل سکا تو یہ کام الیکشن کمیشن آف پاکستان کو کرنا پڑا۔ صوبہ سندھ میں عبوری وزیراعلیٰ کے تعین کے لیے پاکستان پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم نے باقاعدہ ایک ڈرامہ سٹیج کیا۔ ایم کیو ایم نے حکومت کی میعاد ختم ہونے سے پندرہ بیس دن پہلے حکومت سے جھوٹ موٹ کی علیحدگی اختیار کر لی اور اپوزیشن کا نمائشی کردار اپنا لیا اور دونوں مل کر اپنی مرضی کا صوبائی عبوری سیٹ اپ لے آئے۔ خیبر پختونخوا نے قدرے بہتر انداز اختیار کیا۔ وہ بھی شاید اس لیے کہ اے این پی اور جے یو آئی (ف) کچھ عرصہ پہلے حکومتی اتحاد کا حصہ تھیں اور دونوں آصف علی زرداری کی بھرپور عقیدت مند ہیں۔ بلوچستان جہاں ڈگری ڈگری ہوتی ہے چاہے اصلی ہو یا نقلی، وہاں پہلے ایک رکن اپوزیشن میں تھا، باقی تمام اسمبلی وزیر تھی، ایسی کایا پلٹی کہ ساری اسمبلی اپوزیشن میں تبدیل ہو گئی۔ اگرچہ وہ خود نہیں جانتے تھے کہ وہ کس کی اپوزیشن ہیں۔ بہرحال وہاں بھی لے دے کر مسئلہ حل کر لیا گیا۔ عجیب ترین معاملہ پنجاب کا ہوا۔ یہاں لیڈر آف دی ہاؤس اور لیڈر آف دی اپوزیشن غیر جانبدار فرد ڈھونڈنے میں ناکام ہوئے اور معاملہ پارلیمنٹری کمیٹی کے حوالہ ہو گیا۔ آخری دن دوپہر کے وقت کمیٹی نے بھی اپنی ناکامی کا اعلان کر دیا اور باقاعدہ اعلان کر دیا کہ کل سے بال الیکشن کمیشن کے کورٹ میں چلا جائے گا۔ لیکن چند گھنٹوں بعد خدا جانے کیا ہوا۔ مسلم لیگ (ن) کے سربراہ نے پارلیمنٹری کمیٹی کے اپنے ارکان سے رابطہ کیا اور انہیں غیر طے شدہ اجلاس بلانے کا حکم دیا اور انہوں نے مل بیٹھتے ہی اعلان کر دیا کہ وہ نجم سیٹھی جو گزشتہ دو دنوں سے مسلسل ناقابل قبول تھے' یک دم فرشتہ قرار پائے اور انہیں پنجاب کا نگران وزیراعلیٰ منتخب کر لیا گیا۔ شنید یہ ہے کہ ایک ایسا ٹیلی فون جو نائن الیون کے موقع پر کمانڈو پرویز مشرف کو موصول ہوا تھا، اسی طرح کا ایک فون عوامی لیڈر نواز شریف کو آیا اور انہوں نے نجم سیٹھی کی راہ میں ریڈ کارپٹ بچھانے کا حکم دے دیا۔ وہ نجم سیٹھی جنہیں نواز شریف نے اپنے وزارتِ عظمیٰ کے دور میں ریاست کے خلاف بغاوت کرنے کے الزام میں گھر سے اٹھوا لیا تھا۔ اس فون کال کے صدقے ہمانے نجم سیٹھی کے سر کا راستہ پا لیا۔ اندازہ کیجیے کہ رہبرانِ قوم کو ملک بھر سے پانچ دیانت دار اور غیر جانبدار افراد ڈھونڈنے کے لیے کیسے کیسے پاپڑ بیلنے پڑے اور بالآخر ہمیشہ کی طرح یو ایس ایڈ نے مسئلہ حل کر دایا۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ساری قوم نے سفید چھڑی پکڑی ہوئی ہے لہٰذا ہر چوک کراس کرنے کے لیے امریکہ کے ہاتھ میں ہاتھ دینا پڑتا ہے۔

انتخابات کے آزاد' شفاف اور غیر جانبدارانہ انعقاد میں اہم ترین اور کلیدی رول الیکشن کمیشن آف پاکستان کا ہوگا۔ فیڈرل سسٹم آف گورنمنٹ میں مرکز کا مضبوط ہونا لازم ہوتا ہے، البتہ ایوانِ اقتدار تک رسائی میں صوبہ پنجاب فیصلہ کن رول ادا کرتا ہے، اس لیے کہ آبادی کے لحاظ سے پنجاب کل پاکستان کا 62% ہے۔


تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

**ندائے خلافت**

بانی: اقتدار احمد مرحوم

9 تا 15 اپریل 2013ء — جلد 22
27 جمادی الاوّل تا 4 جمادی الثانی 1434ھ — شمارہ 15

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور



مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org



قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان

انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے



"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

غیر ملکی کاریگروں نے الیکشن کمیشن اور مرکز دو عدد بوڑھوں کے حوالے کر دیے جنہیں اپنا آپ سنبھالنا مشکل نظر آ رہا ہے۔ 84 سالہ چیف الیکشن کمشنر کا یہ حال ہے کہ دو گھنٹے وہ آرمی چیف سے میٹنگ کرتے رہے، بعدازاں انہیں کہتے ہیں کہ جنرل کیانی صاحب کو میرا اسلام پہنچا دیں۔ 85 سالہ وزیر اعظم کا حال بھی مختلف نہیں ہے۔ لہٰذا فیصلہ کن کرسی پر یعنی پنجاب کی وزارتِ اعلیٰ پر اصلاً اپنی چوائس کا بندہ بٹھایا گیا ہے۔ وہ بندہ جو لڑکپن سے پاکستان میں سیکولرزم کا مبلغ ہے، جس نے یہ کہتے کہتے ساری زندگی بتا دی کہ پاکستان اور اسلام کا کوئی تعلق نہیں۔ جسے قائداعظم ایک کٹر سیکولر شخص دکھائی دیتے ہیں۔ بات سیکولرازم تک ہی نہیں رکتی، حضرت اسلام مخالف نظریات بھی رکھتے ہیں۔ ہر شاتمِ رسول کے دفاع میں آنا وہ اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اس سب کے باوجود انہوں نے وہ حلف اٹھایا ہے جس کے الفاظ ہیں کہ ''میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیامِ پاکستان کی بنیاد ہے۔''

سوال یہ ہے کہ انہوں نے حلف جھوٹا اٹھایا ہے یا اسلام مخالف نظریات سے تائب ہو گئے ہیں؟ بعض لوگوں کی رائے میں یہ جھوٹا حلف کرسی کے لالچ میں اٹھایا گیا ہے۔ ممکن ہے۔ یہ بھی درست ہو، لیکن ہماری رائے میں ایک بڑے مفاد کے حصول کے لیے منافقت برتی گئی ہے۔ بڑا مفاد یہ ہے کہ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانا ہے اور اسلام سے اس کا تعلق منقطع کرنا ہے۔ اسی لیے آتے ہی پہلا نادر شاہی حکم بسنت منانے کا صادر ہوا ہے۔ درحقیقت آنے والے انتخابات کے لیے ووٹرز کو اپنا رخ بتایا گیا ہے۔

ہماری رائے میں پاکستان کو سیکولرازم کی طرف گھسیٹنے اور اس کی نظریاتی سرحدیں تباہ کرنے کے لیے عالمی قوتیں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ کسی زمانے میں پاکستان میں تین قسم کی سیاسی جماعتیں تھیں۔ دائیں بازو کی جماعتیں' بائیں بازو کی جماعتیں اور مذہبی سیاسی جماعتیں۔ بدقسمتی سے دائیں اور بائیں بازو کی جماعتیں اس بات پر متفق ہو چکی ہیں کہ مذہب انفرادی مسئلہ ہے اور اس کا ریاست اور امورِ ریاست سے کوئی تعلق نہیں۔ گویا وہ عملاً سیکولر جماعتیں ہیں، چاہے وہ تحریر و بیان اور منشور میں جو چاہے دعویٰ کرتی رہیں۔ مذہبی سیاسی جماعتیں بھی اپنے آپ کو عوام کے لیے قابلِ قبول بنانے کے لیے اور ووٹ حاصل کرنے کے لیے بڑی لچک کا مظاہرہ کر رہی ہیں۔

ہم سیکولر جماعتوں کو کچھ کہنے کی پوزیشن میں تو نہیں، البتہ مذہبی سیاسی جماعتوں کی خدمت میں عرض کریں گے کہ اگرچہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انتخابی سیاست سے پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی کوشش کرنا دیوار سے سر پھوڑنے کے مترادف ہے، لیکن اگر وہ بہرصورت اسی راستے کو اختیار کرنا چاہتے ہیں تو انہیں صرف باہمی طور پر اتحاد کرنا چاہیے، یعنی ایم ایم اے طرز کا کوئی اتحاد بننا چاہیے، لیکن اس مرتبہ دو شرائط کے ساتھ۔ اولاً یہ کہ صرف اس شخص کو پارٹی ٹکٹ دیا جائے جو حلف اٹھائے کہ اسمبلی میں صرف اور صرف نفاذِ اسلام کے حوالے سے جدوجہد کروں گا اور اگر یہ نہ کر سکا تو اسمبلی کی نشست چھوڑ دوں گا۔ ثانیاً یہ کہ اتحاد کی تمام جماعتیں عوامی سطح پر حلف اٹھائیں کہ وہ اسمبلی میں نفاذِ اسلام کے حوالہ سے کوشش کریں گی اور اقتدار میں کسی طرح حصہ دار نہ بنیں گی، سوائے اس کے کہ اسلام کے نفاذ کی شرط اول و آخر ہوگی۔ اور حرفِ آخر یہ ہے کہ اگر مذہبی جماعتوں نے دائیں یا بائیں بازو کی جماعتوں کے ساتھ سیٹ ایڈجسٹمنٹ کا معاملہ صرف اس لیے کیا کہ چند نشستیں زائد مل جائیں تو یہ جرمِ عظیم کا ارتکاب ہوگا، جس کا خمیازہ انہیں دنیا و آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔ ہمارے سیاسی مذہبی رہنماؤں کے علم میں یقیناً یہ بات ہو گی کہ بارہ سال قبل جس کروسیڈ کا اعلان کیا گیا تھا دشمن اسی بنیاد پر آگے بڑھ رہا ہے۔ سیاسی و عسکری شطرنج کے عالمی کھلاڑی عالم اسلام کے خلاف زور و شور سے یہ جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ پاکستان اُن کا اوّلین اور اہم ترین نشانہ ہے۔ اسی لیے پاکستان میں نظریہ پاکستان کے مخالفین اور سیکولرازم کے علمبرداروں کو نگران حکمرانوں کے طور پر آگے لایا گیا ہے۔ اسلام اور پاکستان سے محبت کرنے والوں کو ان نگرانوں کی نگرانی کرنا ہوگی، کیونکہ پاکستان اس وقت ایک دوراہے پر کھڑا ہے۔ اسے کس طرف جانا ہے؟ ایک دشوار گزار راستہ محمد عربی ﷺ کے نظام کی طرف جاتا ہے، جو پاکستان کو جنت نظیر بنا دے گا، اور ایک لہو و لعب کا راستہ ہے، دجالی قوتوں کا دکھایا ہوا راستہ، جو ظاہراً عیش و عشرت موج میلے کا راستہ ہے، جو بالآخر پاکستان کو جہنم کا گڑھا بنا دے گا۔ اللہ نہ کرے!

**پریس ریلیز 5 اپریل 2013ء** **حافظ عاکف سعید**

## جمہوریہ پاکستان میں عوامی نمائندگی کا حق صرف نظریۂ پاکستان پر پختہ ایمان رکھنے والوں کو ہے

جمہوریہ پاکستان میں عوامی نمائندگی کا حق صرف نظریہ پاکستان پر پختہ ایمان رکھنے والوں کو ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ جب ہر اسمبلی کا ممبر یہ حلف اٹھاتا ہے کہ میں اسلامی نظریہ کو قائم اور برقرار رکھنے کے لئے کوشاں رہوں گا جو قیامِ پاکستان کی بنیاد ہے، ایسی صورت میں آئین کی دفعہ 63,62 کو ہدف تنقید بنانے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ صحافی اور دانشور ایاز امیر کے کاغذات نامزدگی مسترد ہونے پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اگر وہ اسلام کو پاکستان کی بنیاد تسلیم نہیں کرتے تو پھر اسمبلی میں جا کر جھوٹ پر مبنی حلف کیوں اٹھاتے ہیں۔ اگر وہ اپنے نظریات سے مخلص ہیں تو اصولی طور پر اُنہیں ایسی اسمبلی میں جانے سے انکار کر دینا چاہیے، جہاں ممبران سے اُن کی ضمیر کی آواز کے خلاف حلف لیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسی دانشوری ہے کہ ایک شے کے خلاف مسلسل تحریریں لکھی جائیں، اُس نظریہ پر تابڑ توڑ حملے کئے جائیں اور پھر اُس کے درست اور صحیح ہونے کا اسمبلی میں حلف بھی اٹھا لیا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ان لوگوں کا طرزِ عمل کچھ اس طرح ہے کہ رند کے رند رہے اور جنت بھی ہاتھ سے نہ گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اور اسلام کو کبھی الگ الگ نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اس تعلق کو منقطع کرنے سے پاکستان کی بقا کا جواز ختم ہو جاتا ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی پاکستان)

# جنت اور اُس کی نعمتیں

## سورۃ الرحمٰن کی آیات 46 تا 78 کا مطالعہ

**مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 29 مارچ 2013ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص**

(سورۃ الرحمٰن کی آیات 46 تا 78 کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد)

حضرات! میں نے آپ کے سامنے سورۃ الرحمٰن کے تیسرے اور آخری رکوع کی تلاوت کی ہے۔ اس رکوع میں اہل جنت کو ملنے والی نعمتوں کا تذکرہ ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے کل تین رکوع ہیں۔ پہلا رکوع گویا آنے والے مضمون کی تمہید ہے۔ اس میں اللہ کی دو مخلوقات جن اور انسان کا ذکر ہے، اور بتایا گیا کہ دونوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اِس زمین کو مستقر اور مقام ٹھہرایا، نیز یہ ذکر ہے کہ ان کے لئے یہاں کیا کیا نعمتیں رکھی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں جنات اور انسان کی تخلیق کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ دوسرے رکوع میں حساب کتاب کا ذکر ہے اور بتایا گیا کہ یوم حساب اب زیادہ دور نہیں ہے۔ وہ وقت آیا چاہتا ہے۔ خود نبی ﷺ کی بعثت قیامت کی نشانیوں میں سے بہت بڑی نشانی ہے۔ آپؐ آخری نبی اور رسول ﷺ ہیں۔ آپؐ کے بعد قیامت تک کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ یوم حساب کے حوالے سے سب سے پہلے ذکر ان لوگوں کا ہوا جو اللہ کے نافرمان تھے کہ وہ کس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں۔ تیسرے رکوع میں جو سب سے مفصل ہے، اہل جنت کو ملنے والی نعمتوں کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس کا ترجمہ اور مختصر وضاحت سے پہلے چند باتیں تمہیدی طور پر سمجھ لیجیے۔

دنیا میں جنات اور انسان کی آزمائش ہو رہی ہے۔ یہی دو مکلف مخلوقات ہیں۔ یہاں ساری بات انہی کے بارے میں ہو رہی ہے۔ اس سورت کے شروع ہی میں ہی دونوں کا تذکرہ آ گیا۔ جن وانس کا مقصد تخلیق ایک ہی تھا یعنی بندگیِ رب۔ فرمایا: ”اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔“ (الذّٰریٰت:56)

یہ دنیا دارالامتحان ہے۔ دنیا کی زیب و زینت آزمائش کے لئے ہے۔ اللہ نے موت و حیات کا یہ سلسلہ اسی لئے پیدا کیا ہے تاکہ ہمیں آزمائے۔ امتحان کے تصور سے کامیابی اور ناکامی کا تصور جڑا ہوا ہے۔ امتحان ہو اور کامیابی یا ناکامی کا تصور نہ ہو تو ”امتحان“ کا لفظ بے معنی ہو جاتا ہے۔ جس امتحان میں ہم یہاں ڈالے گئے ہیں اس کا نتیجہ یا تو بہت بڑی کامیابی کی صورت میں نکلے گا یا پھر بہت بڑا خسارہ کی صورت میں۔

دنیا میں تو بہت سارے امتحانات کے حوالے سے ہمارے پاس آپشن ہوتی ہے۔ ہم چاہیں تو امتحان دیں، چاہیں تو نہ دیں، لیکن امتحان زندگی کے معاملے میں نہ ہمارے پاس آپشن ہے اور نہ جنوں ہی کے پاس۔ جو بھی پیدا ہو گیا، اسے اس امتحان سے لازماً گزرنا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں ہے کہ امتحان ہماری طاقت سے بڑھ کر لیا جا رہا ہے۔ نہیں، بلکہ ہمیں جس امتحان میں ڈالا گیا ہے ہم اُس کے اہل ہیں۔ اس لئے کہ اللہ کسی کو بھی اُس کی طاقت سے بڑھ کر مکلف نہیں بناتا۔ ہمارا رب یہ چاہتا ہے کہ ہم اُسی کی بندگی اختیار کریں، اُسی کے غلام بن کر رہیں۔ (معاذ اللہ) ہم سے کوئی ناروا مطالبہ نہیں کیا گیا۔ ہم سے یہ نہیں کہا گیا کہ جب بھوک لگے تو کھانا نہ کھانا۔ کھانا کھاؤ، البتہ لازم ہے کہ تمہاری آمدنی حلال کی ہو اور جو چیزیں کھاؤ وہ بھی حلال ہوں۔ اِسی طرح تمہارے اندر جنسی جذبہ رکھا گیا ہے۔ یہ مطلوب نہیں کہ اِسے دبا دو، بلکہ اس کے لئے جائز راستہ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اس جذبہ کو نسل انسانی کے فروغ کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ انسان کی تخلیق کا حصہ ہے۔ لیکن اُسے حدود کے اندر رکھو۔ تم دنیا میں زیادہ سے زیادہ نعمتیں اور آسائشیں حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر جائز ذرائع سے ایسا کر سکتے ہو، تو کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ تم اگر ایک مرلے کے مکان میں نہیں رہنا چاہتے اور بہت بڑا فارم ہاؤس بنانا چاہتے ہو، تو اگر ایسا جائز ذریعے سے کر سکتے ہو تو کر لو، اس میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن اگر جائز ذرائع سے ایسا کرنے کی استطاعت نہیں ہے تو پھر اپنے آپ کو روکو۔ کہ اسی میں تمہارا امتحان ہو رہا ہے۔ قرآن مجید میں مومنوں کے لیے خاص طور پر فرمایا گیا کہ ”پوچھو تو کہ جو زینت (و آرائش) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہیں، ان کو حرام کس نے کیا ہے؟ کہہ دو کہ یہ چیزیں دنیا کی زندگی میں ایمان والوں کے لئے ہیں۔“ دنیا کی ساری نعمتیں اللہ کی عطا کردہ ہیں۔ ان نعمتوں کا اصل حقدار وہی بنتا ہے جو اللہ کو مانے اور جو اللہ کا کفر کرے، اس کا اِن پر کوئی حق نہیں ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی آزمائش کے لئے اِن نعمتوں کو سب کے لئے عام کر دیا ہے۔ تاہم قیامت کے دن یہ ساری نعمتیں خالصتاً اہل ایمان کے لئے ہوں گی بلکہ وہاں کی نعمتیں ان سے کروڑوں گنا اعلیٰ درجے کی ہوں گی اور ہوں گی بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔

قرآن مجید میں اہل ایمان کو نجات اُخروی کی بات سمجھانے کے لئے ترغیب و ترہیب دونوں پیرائے اختیار کیے گئے ہیں۔ ترغیب کے معنی رغبت دلانا اور ترہیب کے معنی ڈرانا ہیں۔ مثلاً آپ اپنے بچے سے کہتے ہیں کہ یہ امتحان پاس کر لو، میں تمہیں فلاں چیز انعام میں دوں گا۔ یہ ترغیب کا انداز ہے۔ اس کے برعکس کبھی آپ کہتے ہیں کہ اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو میں تمہیں سزا دوں گا۔ یہ ترہیب اور ڈرانے کا انداز ہے۔ انبیاء و رسل دنیا میں نذیر اور بشیر بن کر آتے رہے۔ وہ لوگوں کو بتاتے تھے کہ اگر راہ بندگی پر چلو گے تو آخرت میں تمہارا اعزاز و اکرام ہو گا اور اگر بغاوت کا راستہ اختیار کرو گے تو تمہیں تپتی آگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قرآن مجید کی ہدایت کا خلاصہ اور لب لباب بشارت دینا اور خبردار کرنا ہے۔ قرآن انسان کو جنت کی رغبت بھی دلاتا ہے، اور جہنم کے عذاب سے ڈراتا بھی ہے۔ سورۃ التحریم میں واضح لفظوں میں بتا دیا گیا کہ ”بچاؤ اپنے

آپ کو اور اپنے گھر والوں کو (اُس) آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔'' (آیت:6) یعنی تمہارا سب سے بڑا مسئلہ نارِ جہنم سے رہائی ہے، پس اس کی فکر کرو۔ اسی طرح ایک اور جگہ اہل ایمان سے کہا گیا: ''کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذابِ الیم سے مخلصی دے، (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔'' (سورۃ الصّف: 11,10) یہ ترہیب کا انداز ہے۔ ترغیب کے انداز میں فرمایا گیا: ''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو، جس کا عرض آسمان اور زمین کے برابر ہے اور جو (اللہ سے) ڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔'' تم دنیا کی نعمتوں کے حصول کے لئے بھاگتے ہو، چاہتے ہو کہ یہ چیز مل جائے، وہ مل جائے، پُر آسائش رہائش ہو، مال و دولت آ جائے، تا کہ دنیا میں اچھی زندگی گزار لو۔ یہ ساری چیزیں تو دنیا کی ہیں۔ تمہیں اصل میں ابدی زندگی کی فکر ہونی چاہیے۔ مقابلہ دنیا بنانے میں نہیں بلکہ جنت کے حصول کے لئے کرو، جس کی نعمتوں کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں، جس کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ از روئے حدیث ایک درجے کا جنتی دوسرے درجے کے جنتی کو ایسے دیکھے گا جیسے زمین پر بیٹھ کر ستاروں کو دیکھتے ہیں۔

قرآن حکیم میں جنت کی نعمتوں اور جہنم کے عذاب کا تذکرہ بار بار اس لئے آتا ہے، تا کہ ہم سیدھے راستے پر چل کر اپنی عاقبت سنوار سکیں، اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہماری جو ضروریات اور خواہشات ہیں، ہمیں اُن کو دبانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ ہمیں حدود کا پابند بنایا گیا ہے۔ اور جو شخص حدود کا پابند رہے گا، جو دنیا میں اپنے نفس کو لگام دے گا باوجویکہ اُس کے پاس حرام کمائی اور جنسی آوارگی کے مواقع موجود ہوں، مگر وہ اللہ کے سامنے جوابدہی کے خوف سے حرام چیزوں سے بچے گا اور اپنی خواہشات کو کنٹرول کرے گا، اسے آخرت میں اس کا بھرپور بدلہ ملے گا۔ وہ جنت میں ہر طرح کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوگا۔ یہ ہے جنت کا بنیادی تصور۔ یہ تصور بڑا منطقی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جنت میں حوروں وغیرہ کا تذکرہ عجیب سا لگتا ہے۔ لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ اِس لئے کہ دنیا میں اللہ کے جن بندوں نے اپنے آپ کو نا جائز اور حرام کاموں سے روکے رکھا اور حدود کا پابند کیا، عقل یہی کہتی ہے کہ ایک مقام ایسا ہو جہاں انہیں ہر قسم کی نعمتیں بھرپور انداز سے فراہم کر دی جائیں۔ جنت میں یونہی ہوگا۔ سورۃ حٰم السجدہ میں فرمایا: ''اور وہاں جس (نعمت) کو تمہارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمہارے لئے موجود ہوگی۔'' (آیت 31)

دنیا میں تو شیطنت اور حیوانیت ہے۔ جنت میں نفسانی خواہشات اعلیٰ اور پاکیزہ ترین شکل میں پوری کی جائیں گی۔ انسان کے ذہن میں نعمتوں اور لذات کا جو تصور ہے اس سے کہیں بڑھ کر نعمتیں اہل جنت کو وہاں ملیں گی۔ یہ سب کچھ بھی ربِ کریم کی طرف سے ابتدائی مہمان نوازی ہوگی، ورنہ اصل نعمتیں جو اللہ نے تیار کر رکھی ہیں وہ نہ تو کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے اُن کے بارے میں سنا اور نہ کسی کے ذہن میں اُن کا خیال ہی آیا۔ وہ نعمتیں تو ہمارے تصور سے بھی ماوراء ہیں۔

سورۃ الرحمٰن کے اس تیسرے رکوع میں انسان کے اندر جن چیزوں کی رغبت ہے، جن کے ذریعے اُسے آزمایا جا رہا ہے، اُن ساری چیزوں کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ آیئے، اس رکوع کا مطالعہ کریں۔ ربطِ مضمون کے لئے آغاز پچھلی چند آیات سے کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ (۴۱) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۴۲) هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ (۴۳) يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ (۴۴) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۴۵) ﴾

''گنہگار اپنے چہرے ہی سے پہچان لئے جائیں گے تو پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لئے جائیں گے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ یہی وہ جہنم ہے جسے گنہگار لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔''

مجرموں اور گناہگاروں کے انجامِ بد کے متعلق فرمایا کہ وہ اپنے چہروں سے پہچان جائیں گئے۔ انہیں پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جہنم جس سے تم بے خوف تھے، جس کا تم انکار کرتے تھے۔ وہ جہنم اور کھولتے ہوئے پانی کے گرد گردش کرتے رہیں گے۔

آگے اہل جنت اور ان کو ملنے والے انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (۴۶) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۴۷) ﴾

''اور جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغ ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔''

دو ''جنتوں'' کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ ایک جنت انسانوں کے لئے ہوگی اور دوسری جنات کے لئے۔ جنات کو ان کے اپنے ذوق کے مطابق جنت ملے گی اور انسان کو اپنے ذوق کے مطابق۔ انسانوں اور جنات میں سے جس نے بھی اپنے رب کا تقویٰ اختیار کیا، اُس کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا اور گناہ و نافرمانی سے بچا، اسے جنت ملے گی۔ سورہ قٓ میں جہاں سے مکی سورتوں کا یہ گروپ اور یہ مضامین شروع ہوئے تھے، یہ بات واضح کی گئی کہ جنت اللہ سے ڈرنے والوں ہی کو ملے گی۔ فرمایا: ''اور جنت متقین کے قریب لائی جائے گی، کچھ بھی دور نہ ہو گی، ارشاد ہوگا یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہر اُس شخص کے لئے جو رجوع کرنے والا اور بڑی نگہداشت کرنے والا تھا، جو بے دیکھے رحمٰن سے ڈرتا تھا اور جو دل گرویدہ لئے ہوئے آیا تھا، داخل ہو جاؤ جنت میں سلامتی کے ساتھ۔''

جنت ان کو ملے گی جو دنیا میں رہتے ہوئے آخرت میں اُخروی محاسبہ سے ڈرتے رہے۔ انہیں ہر کام کرتے ہوئے یہ احساس رہتا تھا کہ مجھے رب کو جواب دینا ہے۔ لہٰذا وہ گناہ اور نافرمانی سے بچتے تھے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو بے لگام چھوڑ دیا، وہ ناکام ہو جائیں گے۔ کوئی شخص یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں، میں اللہ کا فرمانبردار ہوں، مگر زندگی رب کی مرضی کی بجائے خواہشِ نفس کے مطابق گزارے تو وہ درحقیقت وہ اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ آخرت میں وزنِ اعمال ہوگا اور تقویٰ اور خدا خوفی کامیابی کا ذریعہ ہوگی۔ قرآن حکیم میں یہ بات بتکرار آئی ہے کہ جنت اہل تقویٰ کے لئے ہے اور اہل تقویٰ وہ ہیں جن کا عمل اُن کے ایمان کی گواہی دے، جن کے رویے اور طرزِ عمل سے یہ عیاں ہو کہ وہ صاحبِ ایمان ہیں۔

آگے فرمایا:

﴿ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ (۴۸) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۴۹) فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ (۵۰) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۵۱) ﴾

''ان دونوں میں بہت سی شاخیں (یعنی قسم قسم کے میووں کے درخت ہیں)۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں، تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔''

تم اس وقت جتنا چاہے جنت کا انکار کر لو، لیکن یاد رکھو متقین کو اللہ تعالیٰ وہ جنتیں عطا کر کے رہے گا۔ یہ جنتیں ہری بھری ڈالیوں سے بھرپور ہوں گی۔ دونوں جنتوں میں چشمے رواں ہوں گے۔ قرآن حکیم میں چشموں کا ذکر کئی جگہ آیا ہے۔ کہیں نہروں کا تذکرہ بھی آتا ہے۔ جنت میں دودھ اور

شہد کی نہریں بھی ہوں گی، اور صاف پانی کی بھی نہریں بھی۔ یہ ساری چیزیں اپنی جگہ معنویت رکھتی ہیں، تاہم ان کی اصل معنویت وہاں جا کر کھلے گی۔ ہمیں بس اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ جیسے اللہ کی طرف سے الفاظ آئے ہیں، ایسے ہی ہوگا۔

﴿ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ (۵۲) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۵۳)﴾

”ان میں میوے دو دو قسم کے ہیں، تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

جنت کا لفظ باغ کے لئے آتا ہے۔ اہل جنت کو جو رہائشیں فراہم کی جائیں گی، اُن کا تصور آج کل کے فارم ہاؤس سے ملتا جلتا ہے، جس میں بہت بڑا فارم ہو اور ذرا پہاڑی علاقے ہو۔ اس میں چشمے بھی بہتے ہوں اور ندیاں بھی رواں ہوں۔ انسان کے اپنے ذہن کے مطابق یہ اعلیٰ ترین نعمتیں ہیں، لہٰذا وہ ان کے حصول کے لئے سخت تگ و دو کرتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے جو جنت بنائی ہے، اس کی فارم ہاؤس سے کوئی نسبت نہیں، تاہم جنت کا تصور کسی قدر اس سے ملتا جلتا ہے۔

آگے اہل جنت کے بچھونوں اور استر ریشم کے تکیوں کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿ مُتَّكِئِينَ عَلٰى فُرُشٍ م بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ط وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ (۵۴) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۵۵)﴾

”(اہل جنت) ایسے بچھونوں پر جن کے استر اطلس کے ہیں تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ اور دونوں باغوں کے میوے قریب (جھک رہے) ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

آگے فرمایا:

﴿ فِيهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لا لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (۵۶) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۵۷) كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ (۵۸) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۵۹)﴾

”ان میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہیں جن کو اہل جنت سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

جنتیوں کی زوجیت میں جو حوریں دی جائیں گی، وہ موٹی آنکھوں والی اور باحیا ہوں گی۔ عورت کا اصل حسن حیا میں ہے۔ آج حیا کو جس طریقے سے تہہ و بالا کیا گیا، یہ شیطنت، درندگی اور حیوانیت کا بدترین مظہر ہے۔ بہرکیف جنت کی حوروں کا اصل وصف یہ بیان ہوا ہے، کہ وہ نیچی نگاہ رکھنے والی (باحیا) ہوں گی۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے بڑی خوبصورت بات لکھی ہے کہ دنیا میں بھی انسان کا تصور یہ ہے کہ کسی اعلیٰ مقام پر جائے تو اس کی بیوی بھی ساتھ ہو، دنیا کی یہ تمام خوشیاں بامعنی تب ہی ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ انسان اپنی ذات میں نامکمل ہے۔ چنانچہ آخرت میں بھی انسان کی زوجیت میں عورتیں دی جائیں گی، لیکن وہ آج کل کی بازاری عورتوں کی طرح نہیں ہوں گی بلکہ باحیا ہوں گی۔ خوبصورتی اور نسوانیت میں اعلیٰ ترین مقام پر ہوں گی۔ انہیں اس سے پہلے نہ کسی انسان نے اور نہ جن ہی نے چھوا ہوگا۔ اُن کے حسن اور رعنائی کا یہ عالم ہوگا کہ گویا یاقوت اور مرجان ہوں۔ معلوم ہوا کہ انسان کے جو بھی داعیات ہیں اللہ نے جنت میں انہیں پورا کرنے کا سامان اعلیٰ ترین سطح پر رکھ رہا ہے، لیکن حیوانیت کے انداز سے نہیں انسانی لیول پر۔

﴿ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۶۰) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۶۱)﴾

”نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

آگے فرمایا:

﴿ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ (۶۲) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۶۳) مُدْهَآمَّتٰنِ (۶۴) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۶۵)﴾

”اور ان باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہیں، تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ دونوں خوب گہرے سبز۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

یہ دو جنتیں کون سی ہیں، اس کی وضاحت سورۂ واقعہ میں ہوتی ہے۔ یوں تو جنت کے کتنے ہی درجے ہوں گے تاہم دو درجے بہت واضح ہیں جو دو مختلف طبقات کے حوالے سے ہیں۔ ایک درجے میں اصحاب مقربین ہوں گے اور ایک میں اصحاب الیمین۔ مقربین سابقون الاولون میں سے ہوں گے یعنی وہ لوگ جو دین کے معاملے میں زیادہ پیش قدمی کرنے والے، قائدانہ کردار ادا کرنے والے اور مشکل وقت میں آگے بڑھنے والے ہیں۔ ان میں بالخصوص وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے مخالفت کے دور میں ہر نبی اور رسولِ وقت کا ساتھ دیا تھا۔ جیسے وہ لوگ جنہوں نے نبی ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے مکی دور یا ابتدائی مدنی دور میں جبکہ سخت مشکلات درپیش تھیں، آپؐ کا ساتھ دیا، اور قربانیاں دیں۔ اصحاب الیمین سے مراد باقی متقی مسلمان ہیں جو اللہ کی بندگی پر کاربند رہے۔ انہی دو درجوں کے حوالے سے دو الگ الگ جنتیں ہیں۔

﴿ فِيهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ (۶۶) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۶۷) فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (۶۸) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۶۹)﴾

ان میں دو چشمے ابل رہے ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

پہلے جو دو جنتیں بتائی گئیں اُن کے مقابلے میں قدرے کم تر درجے کی دو جنتیں بھی ہوں گی۔ اِن جنتوں کے اندر بھی ساری نعمتیں میسر ہوں گی۔

آگے نیک سیرت پاکباز حوروں کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿ فِيهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (۷۰) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۷۱) حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (۷۲) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۷۳) لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (۷۴) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۷۵)﴾

”ان میں نیک سیرت (اور) خوبصورت عورتیں ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (وہ) حوریں (ہیں جو) خیموں میں مستور (پوشیدہ) ہیں۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان کو (اہل جنت سے) پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا اور نہ کسی جن نے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔“

حوروں کے بارے میں پیچھے فرمایا گیا تھا کہ وہ نگاہیں نیچی رکھنے والی یعنی باحیا ہوں گی۔ یہاں فرمایا کہ وہ خیموں میں قرار پکڑنے والیاں ہوں گی۔ وہ جس شخص کی بھی زوجیت میں ہوں گی، اسی کے لئے خاص ہوں گی۔ اس سے پہلے انہیں کسی جن یا انسان نے چھوا تک نہ ہوگا۔ آخر میں فرمایا:

﴿ مُتَّكِئِينَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ (۷۶) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۷۷) تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۷۸)﴾

”(جنتی) سبز قالینوں اور نفیس مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ (اے محمدؐ) تمہارا پروردگار جو صاحب جلال و عظمت ہے۔ اس کا نام بڑا بابرکت ہے۔“

یہ ہے سورۃ الرحمٰن کا تیسرا رکوع، جس میں جنت کی نعمتوں کا تذکرہ ہے۔ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ اپنی پوری زندگی اللہ کی بندگی میں اور گناہوں سے اور حرام کاموں سے بچ کر گزاریں گے، اللہ انہیں جنت عطا کرے گا، اور اعلیٰ درجے کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں ایمان اور تقویٰ کا نور پیدا فرمائے اور ہمیں اہل جنت میں شامل فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

# تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

برما میں از سرِ نو مسلمانوں پر مظالم کا قہر ٹوٹ پڑا ہے۔ جنونی خنجر بردار بدھ پیشواؤں کے ہاتھوں ناقابل یقین سفاکی اور درندگی کا یہ تسلسل پوری انسانیت کے لیے ایک سوالیہ نشان ہے۔ جلی ہوئی بستیاں اور مساجد، دربدر آبادیاں! سمندروں کے تھپیڑوں پر ہچکولے کھاتی کشتیوں میں زندگی کی تلاش میں جیتے مرتے مرد عورتیں بچے! ساحلوں پر بستے بے درد انسانوں سے پناہ کی بھیک مانگتے مسلمان! یہ گلوبل ولیج ہے گورے کا۔ جس میں ایک ڈولفن یا کتے کے بچے کی زندگی کے تحفظ کے لیے تو مہم چلتی ہے، دل تڑپ اٹھتے ہیں۔ جس میں انسداد بے رحمی حیوانات کی تو ہر ملک ہر سطح پر انجمنیں قائم ہیں۔ جس میں فرکوٹ پر تو کئی جگہ پابندی ہے، لیکن مسلمانوں کی کھال اور خون ارزاں ترین اور بے وقعت ہے۔ سو یہی برما کی کہانی ہے۔ اقوام متحدہ کہاں ہے؟ گلوبل ولیج کے چودھری کہاں ہیں؟ حقوق انسانی کی تنظیمیں کہاں ہیں؟ ڈیڑھ ارب امت کو خبر ہے؟ ورنہ! آج ہم، کل تمہاری باری ہے!

ادھر پاکستان انتخابی بخار میں تپ رہا ہے۔ بقول امریکہ 'انتخابات پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے رائے دینا مناسب نہیں'۔ 65 سالہ تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ ہمارے گورے آقا رائے نہیں دیا کرتے، فیصلے کیا کرتے ہیں۔ گزشتہ انتخابات میں بھی رائے نہیں نتائج سامنے آئے تھے۔ این آر او کے حمام میں غسل فرما کر، کرپشن، ملک دشمنی کے سیاہ دھبے، قتل و غارتگری کے لال دھبے سب دھل گئے۔ امریکی پالش سے چمکتی جمہوریت تین پارٹیوں کی حکمرانی کی صورت پانچ سال ہماری خدمت پر مامور رہی۔ اب دور ریموٹ کنٹرول کا ہے۔ 1947ء میں ہم پر پہلی مکینکل/فزیکل حکمرانی ختم ہوئی، غلام کی صرف رسی ڈھیلی ہوئی تھی۔ جسے ہم نے آزادی کی نیلم پری جانا تھا وہ غلامی کی ایک نئی صورت تھی، ریموٹ کنٹرول غلامی۔ دور سے بیٹھ کر بٹن دبا دیا۔ کس آواز کا گلا گھونٹا جائے گا، کس آواز کو یکا یک فلک شگاف کر دیا جائے گا، کون سا سکرپٹ کب کس چینل سے پڑھا جائے گا۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے ناپسندیدہ چینل بدل دیا جائے گا۔ تھرکتے مناظر، چٹک مٹک کر دعوتِ گناہ دیتے مناظر۔ کھائے پی لے جی لے کا مقصد زندگی ڈالروں کی برسات میں دیتے مناظر ایسے میں:

متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی؟

تو کیا عجب ہے! پاکستان پر غلامی ہنوز طاری ہے بلکہ پہلے سے شدید تر ہے۔ پہلے جسم غلام تھے تو روحیں (بالعموم) آزاد تھیں۔ مومنے بالائے ہر بالا ترے کا احساس تفاخر رکھنے والی قیادتیں موجود تھیں۔ قرآن جیسی عظیم کتاب کے حامل اور ختم الرسل ﷺ کے امتی ہونے کے شرف کا احساس رگ و پے میں زندہ تھا۔ قوم کی پہلی شناخت 'مسلم' کی موجود تھی۔ امت کو ابھی سب سے پہلے۔ پاکستان/مصر/اردن کا مرض لاحق نہیں ہوا تھا۔ پہلے 54 سال ہچکولے کھاتی آزادی 9/11 کے بعد مکمل غلامی میں بدل گئی۔

جس شخص کی غداری نے پورے ملک کا ہر اثاثہ داؤ پر لگا دیا وہ اب ایک پُر اسرار سازش کے تحت دوبارہ بھیج دیا گیا ہے۔ مشرف کہ جس کے ہاتھوں فوج کو ایک نامراد کفر کی جنگ میں جھونکا گیا، ملک کے طول و عرض میں قتل و غارت گری کی آگ بھڑکی، ملک بلیک واٹر نما تنظیموں کی چراگاہ بن گیا، پاکستان دشمن عزائم والے غیر ملکیوں پر ویزوں کی بارش ہو گئی، اہل ایمان کے لیے زمین تنگ ہو گئی، عقوبت خانوں کے دروازے کھل گئے۔ مصری شامی فوج کے لاپتہ کرنے، لاشیں پھینکنے کے گھناؤنے طریقے ارض پاک پر اس شخص نے رائج کیے۔ جس ملک کے طول و عرض نے بابری مسجد کے سانحے پر غم و غصے کے مظاہرے دیکھے تھے، اسی کو لال مسجد، معصوم طلبہ و طالبات کے خون سے لال کر کے دکھائی گئی۔ کشمیر سے غداری ہوئی۔ خالق ایٹمی پروگرام کو بے توقیر کیا گیا۔ ایٹمی اثاثوں کا تحفظ داؤ پر لگا دیا۔ عدلیہ کی تذلیل اور کراچی میں قتل و غارت گری پر اظہار تفاخر ہوا۔ بھتہ خوری کی صنعت لگا دی گئی۔ ملکی معیشت اور صنعتوں کی تباہ کاری انہی ہاتھوں سے ہوئی۔ میڈیا پر فحش اشتہاروں، ہر شہر میں بل بورڈوں پر چڑھی لیٹی عورت، فیشن شوز، ماڈلنگ انڈسٹری کی تقویت کے ذریعے مہذب شریف گھرانوں کا عزت و وقار سے رہنا بسنا دوبھر کر دیا گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا ملک فحش کلچر کی لپیٹ میں آ گیا۔ آمر نے قبائل میں تباہی و بربادی مسلط کی۔ بلوچستان میں بگٹی کا قتل اور ظلم و ستم کی بنیاد رکھی۔ اپنی پالیسیوں کی تکمیل کے لیے جاتے جاتے این آر او اقتدار کی راہ ہموار کی۔ ان 13 سالوں میں پاکستان کو سلامتی، آزادی، خودمختاری عزت وقار شناخت کے حوالے سے 65 سال پیچھے لے جا پھینکا۔ پانی، بجلی، گیس، امن، راحت، سکون، رزق کو ترستا پاکستان! کتنا بڑا المیہ ہے کہ وہی پرویز مشرف جس کے اتر جانے کے بعد لکھنے بولنے والوں نے کالم سیاہ کیے، زبان و بیان کف آلود کیے، اب اس کی واپسی پر منقار زیر پر ہیں۔ قومی غیرت کا سب سے بڑا امتحان ہے یہ۔ نواز شریف؟ عمران خان؟ دیگر سیاسی جماعتیں؟ ضمانت بھی حاصل ہو گئی۔ پس پردہ سازش کیا ہے؟ پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ! یہ آمد بلاسبب نہیں ہے۔ ایک اور بحران کھڑا کرنے کی تیاری ہے؟ مشرف نے ایک بیان میں کہا تھا کہ مجھے وطن واپسی پر بینظیر جیسی سیکیورٹی فراہم کی جائے۔ (کیا ستم ظریفی ہے!) اگر واقعتاً بے نظیر جیسی سیکیورٹی دے دی گئی تو نتیجہ کیا نکلے گا؟ امریکہ کو مناسب وقت پر بحران اور ہنگامہ کھڑا کرنے کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کمانڈو صاحب نے لوٹتے ہوئے یہ نہ سوچا کہ جو امریکہ شاہ ایران کو استعمال کر کے ٹشو پیپر کی طرح پھینک سکتا ہے وہاں یہ حضرت کس خوش فہمی کا شکار ہیں۔ بینظیر کو قتل کر کے بیت اللہ محسود کے کھاتے میں ڈال دیا تھا۔ اس کے نتیجے میں ہم سے جمہوریت والا پنچ سالہ انتقام ممکن ہوا تھا۔ مشرف کے لیے تو کھاتے بہت سے میسر ہیں۔

(باقی صفحہ 11 پر)

# سیاسی تجزیہ اور ووٹر کے لیے راہنمائی

## خلافت فورم میں فکر انگیز مکالمہ

**مہمانانِ گرامی:** جناب ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

**میزبان:** وسیم احمد

**سوال:** تنظیم اسلامی سیاسی پارٹی نہیں ہے لیکن تنظیم کے اکابرین اپنے خطبات میں سیاسی آراء پیش کرتے رہتے ہیں۔ الیکشن کے حوالے سے تنظیم اسلامی کا official stance کیا ہے؟ اس کی وضاحت فرما دیں۔

**ایوب بیگ مرزا:** تنظیم اسلامی معروف معنی میں سیاسی جماعت نہیں ہے۔ ''معروف'' معنی میں سیاسی جماعت سے مراد ایک ایسی سیاسی جماعت لی جاتی ہے جو انتخابات کے ذریعہ اقتدار حاصل کرنے کے لیے بنی ہو۔ آج کل دُنیا میں جس طرح جمہوریت کا نعرہ لگایا جا رہا ہے، اس اعتبار سے یہ زیادہ بُری چیز بھی نہیں ہے۔ تنظیم اسلامی ان معنوں میں ایک سیاسی جماعت نہیں ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اکثر ذکر کیا کرتے تھے کہ اگرچہ تنظیم اسلامی ایک سیاسی جماعت نہیں ہے، لیکن کوئی بھی ذی شعور شہری اپنے ملک کی سیاست سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص تعلیمی لحاظ سے اس قابل ہی نہ ہو کہ وہ ملکی سیاست کو سمجھ سکے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنے ہر خطبہ کے آخر میں اکثر و بیشتر اوقات ملکی و عالمی سیاسی حالات پر تبصرہ کرتے تھے، کیونکہ سیاست دین کا جز ہے۔ آیات قرآنی سے یہ بات بڑی آسانی سے اخذ کی جا سکتی ہے۔ آپؐ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی علاقائی اور عالمی سیاست سے آگاہی رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک غیر مسلم کے ساتھ رومیوں کی شکست اور ایرانیوں کی فتح پر یہ شرط لگائی (یاد رہے کہ اس وقت تک ابھی شرط لگانے پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی پابندی نہیں تھی) کہ اگلے تین سال کے اندر رومی دوبارہ غالب آ جائیں گے۔ یہ بات جب آپؐ تک پہنچی تو آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ اونٹوں کی تعداد چاہے مزید بڑھا دو، لیکن مدت تین سال کی بجائے 9 سال کر دو۔ کیونکہ قرآن پاک میں جو آیت مبارکہ نازل ہوئی ہے اُس سے دس سال سے کم عرصہ کا مطلب لیا جائے گا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سیاست کوئی شجر ممنوعہ نہیں ہے، جس پر بات ہی نہیں کی جاسکتی۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ بنی اسرائیل کی سیاست اُن کے انبیاء کیا کرتے تھے۔

**سوال:** علامہ اقبال نے فرمایا کہ 'جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی'؟ انتخابات سے کنارہ کشی اختیار کر کے تنظیم اسلامی کی فکر چنگیزیت کی طرف مائل نہیں ہے؟

**ایوب بیگ مرزا:** یقیناً ہم دین و سیاست کی جدائی کو چنگیزیت سمجھتے ہیں۔ تنظیم اسلامی پاور پالیٹکس پر بھی یقین رکھتی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ پاکستانی سیاست کے حوالے سے یہ پاور پالیٹکس کیسے کی جائے۔ کیونکہ پاکستان کی دوسری دینی جماعتوں کا خیال ہے کہ انتخابات میں حصہ لے کر ہی اقتدار حاصل کیا جا سکتا ہے اور اسی سے ملک میں اسلام کا نفاذ ممکن ہے۔ جبکہ تنظیم اسلامی کا یہ خیال ہے کہ پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا میں کسی بھی جگہ الیکشن کے ذریعہ اسلام کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ پاکستان میں تو جاگیرداری نظام اور برادری سسٹم ہے۔ ان کی موجودگی میں انتخابات کے راستے سے اسلام کیونکر آ سکتا ہے۔ تنظیم اسلامی عملی اور نظریاتی سیاست کرتی ہے۔ عملی سیاست دو طرح کی ہے۔ انتخابی سیاست اور انقلابی سیاست۔ تنظیم اسلامی انقلابی سیاست کے راستے پر گامزن ہے۔ وہ یہ سمجھتی ہے کہ انتخابات کی بجائے انقلابی جدوجہد سے ملک میں اسلامی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔ تنظیم اسلامی اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ منہج نبوی سے ماخوذ انقلابی راستے پر چلتے ہوئے اسلام غالب کیا جائے۔ ہمارے ملک کی اکثر اسلامی جماعتیں مسلکی بنیادوں پر قائم ہیں۔ مثلاً جمعیت علماء اسلام، جماعت اہل حدیث، جماعت اہل سنت وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں فرقہ واریت کو فروغ حاصل ہوا ہے۔ اگرچہ ہمارے ملک کی تمام دینی جماعتوں نے گٹھ جوڑ کر کے متحد ہو کر MMA بنائی تھی لیکن اِن جماعتوں میں اتحاد قائم نہ رہ سکا۔ تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ انتخابات میں حصہ لینے کی بجائے انقلاب کا راستہ اپناتے ہوئے اسلام مخالف عناصر کو شکست دی جائے۔ الجزائر میں انتخابات کے ذریعہ اسلام کے نفاذ کا موقع پیدا ہوا تھا، لیکن امریکہ نے فوج کے ذریعہ اسلامی انقلاب کا راستہ روک دیا۔ کسی بھی ملک میں اسلامی انقلاب لانے سے پہلے وہاں پر موجود اینٹی اسلامک فورسز کا خاتمہ ضروری ہے۔ اسی طرح مصر اور ترکی میں جو اسلام انتخابات کے ذریعہ آیا ہے وہ بھی سمجھوتے والا اسلام ہے۔ اس اسلام کو آپ حقیقی شرعی بنیادوں پر قائم اسلام نہیں کہہ سکتے۔

**سوال:** ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ پاکستان کا باپ اسلام اور ماں جمہوریت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بُری سے بُری جمہوریت بھی مارشل لاء سے بہتر ہوتی ہے۔ ان حالات میں آپ انتخابی سیاست سے الگ کیسے رہ سکتے ہیں؟

**ایوب بیگ مرزا:** ڈاکٹر اسرار احمدؒ صحیح فرمایا کرتے تھے، کیونکہ پاکستان اسلام کے نام پر اور انتخابات کے نتیجہ میں بنا تھا۔ 1937ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو نہایت بُری طرح شکست ہوئی تھی، لیکن 1946ء کے انتخابات میں اُسے بڑی کامیابی حاصل ہوئی یہاں تک کہ تمام مسلم سیٹیں مسلم لیگ ہی نے جیتی تھیں۔ نئی صورتحال میں انگریز اور کانگریس کے لیے اب یہ ممکن نہ تھا کہ وہ مطالبہ پاکستان کو رد کریں۔ قیام پاکستان کے اصل مقصد کے حوالے سے قائداعظمؒ نے فرمایا تھا کہ ہم نے پاکستان کے قیام کا مطالبہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا تھا بلکہ اس لیے کیا تھا، تا کہ ہم اسلام کے نظام کو آزما سکیں، وہ نظام جو ہمیں 1400 سال پہلے دیا گیا تھا۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحبؒ کی یہ بات بالکل درست ہے کہ پاکستان کا باپ اسلام ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ تنظیم اسلامی الیکشن میں کیوں حصہ نہیں لیتی، تو اس حوالے سے بتاتا چلوں کہ پاکستان بننے

کے بعد ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1951ء کے پنجاب کے انتخابات میں جماعت اسلامی کی طرف سے اہم کارکن کے طور پر فرائض سرانجام دیئے تھے، لیکن ان انتخابات کے نتائج پر ڈاکٹر صاحب کا یہ تجزیہ تھا کہ پاکستان جو نفاذ اسلام کے لئے حاصل کیا گیا ہے، میں انتخابات کے ذریعہ اسلام کا نفاذ مشکل ہے۔ 1957ء میں جماعت اسلامی کے اجتماع میں ڈاکٹر صاحب نے ایک مرتبہ پھر اپنی یہ رائے جماعت اسلامی کے اکابرین کے سامنے رکھی لیکن اس رائے کو زیادہ اہمیت نہ دی گئی۔ بہرکیف جب تک ملک میں انقلاب نہیں آ جاتا، ہم جمہوری عمل کے تسلسل کے قائل ہیں۔ اس لئے کہ اگر جمہوریت کا تسلسل ٹوٹ جائے اور ملک پر فوجی آمریت مسلط ہو جائے تو اس سے چھوٹے صوبوں میں احساس محرومی پیدا ہوتا ہے۔ بالخصوص بلوچستان اور سندھ کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ اب ملک میں جمہوریت کی جگہ فوجی آمریت آ گئی ہے، اور چونکہ فوج کے اعلیٰ عہدوں پر پنجابی افراد براجمان ہیں، لہٰذا اقتدار فوج کی شکل میں پنجاب کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ اگر دیکھا جائے آمریت نے ملک میں انتہائی گھناؤنا کردار ادا کیا ہے۔ مثال کے طور پر اگرچہ جنرل ایوب کے ابتدائی دور حکومت میں ملک میں بہت ترقی ہوئی، لیکن جنرل ایوب دور کا اختتام انتہائی برا ہوا۔ اسی طرح جنرل ضیاء الحق نے اگرچہ شروع میں اسلام کا نعرہ لگایا تھا، لیکن بعد میں سیاسی مجبوریوں کے تحت وہ بھی پٹڑی سے اُتر گئے اور اسلام کے نام پر انہوں نے وہ کام کیے جو کسی طرح بھی اسلام سے میل نہ کھاتے تھے۔ پھر پرویز مشرف کا دور آیا۔ کٹر سیکولر اور ہٹ دھرم فوجی آمر نے شروع میں اپنا سات نکاتی ایجنڈا دیا جو بظاہر اچھا دکھائی دیتا تھا، لیکن اُس ایجنڈے پر کچھ بھی عمل درآمد نہ ہو سکا۔ 9/11 کے واقعہ کے بعد پرویز مشرف امریکہ کی گود میں جا بیٹھا۔ اُس وقت سے اب تک پاکستان مسلسل نقصان اُٹھا رہا اور سخت بحرانوں کا شکار چلا آتا ہے۔ اِس تفصیل سے عیاں ہے کہ مارشل لاء نے ملک کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔ یہ درست ہے کہ جمہوریت کے ادوار میں بھی لیڈروں نے انتہائی بیڈ گورننس کا مظاہرہ کیا، لیکن مارشل لاء کی نسبت جمہوریت میں ہمارا نقصان کم ہوا ہے۔ جمہوری دور میں ہم نے ایٹمی دھماکے کیے۔ پھر یہ کہ اس دوران ملک ٹکڑوں میں تقسیم نہ ہوا۔ تنظیم اسلامی اپنے لوگوں کو ووٹ ڈالنے سے منع نہیں کرتی، لیکن ہم اُس انداز سے انتخابات میں حصہ نہیں لیتے جس طرح دوسری دینی و سیاسی پارٹیاں حصہ لیتی ہیں۔

**سوال** : آپ کے خیال میں قومی و صوبائی اسمبلیوں کے اُمیدوار کے لیے کیا معیار ہونا چاہیے؟

**ایوب بیگ مرزا**: تنظیم اسلامی کا Afficial Stance یہ ہے کہ آپ اُس پارٹی کو ووٹ دیں، جس کے منشور میں کسی بھی طرح کی اسلام اور شعائرِ اسلام کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ اسی طرح اُمیدوار اسلامی کردار کا حامل ہو، یعنی سچا کھرا مسلمان ہو۔ لہٰذا اگر یہ دونوں چیزیں کسی جماعت اور اس کے اُمیدوار کے اندر نہ ہوں تو تنظیم اسلامی ایسی پارٹی اور امیدوار کو ووٹ دینے کی مخالف ہے۔

**سوال**: موجودہ قومی و صوبائی سطح پر نگران حکومتوں کے قیام کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

**ایوب بیگ مرزا**: دراصل نگران حکومت کا قیام پیپلز پارٹی کے دورِ حکومت میں آئین میں کی گئی ترمیم کی بنیاد پر کیا گیا ہے، جس کے مطابق لیڈر آف دی ہاؤس (یعنی وزیر اعظم) اور لیڈر آف دی اپوزیشن (قائد حزب اختلاف) کسی ایک شخص کو متفقہ طور پر نگران وزیر اعظم بنائیں گے، لیکن اگر ان دونوں کا اتفاق نہ ہو سکا تو یہ معاملہ پارلیمانی کمیٹی کے پاس چلا جائے گا اور اگر پارلیمانی کمیٹی بھی کامیاب نہ ہو سکی، تو پھر الیکشن کمیشن آف پاکستان کسی ایک شخص کو وزیر اعظم نامزد کر دے گا۔ اگرچہ تمام صوبوں میں نگران حکومتیں قائم ہو چکی ہیں، لیکن پنجاب میں کافی عجیب صورتِ حال سامنے آئی، کیونکہ پنجاب کے نگران وزیر اعلیٰ نجم سیٹھی کا نام جس انداز سے فہرست میں آیا ہے وہ میرے لیے انتہائی حیران کن معاملہ ہے۔ نجم سیٹھی کا نام پی پی پی کی جانب سے آیا تھا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ نگران وزیر اعلیٰ کا حتمی فیصلہ نہ ہونے پر پارلیمانی کمیٹی نے اپنی ناکامی کا اعلان کر دیا مگر کچھ ہی گھنٹے بعد لیڈر آف دی ہاؤس (شہباز شریف) نے یہ اعلان کر دیا کہ ہم اس معاملے پر نظر ثانی کرنا چاہتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایک پارٹی نے مکمل انکار کرنے کے بعد اس معاملے پر نظر ثانی کیوں کی۔ اس سے واضح ہے کہ اپوزیشن نے جو نام دیا اُس کے بارے میں پنجاب کے حکمرانوں کے دِل میں سافٹ کارنر پیدا ہوا۔ چنانچہ خصوصی اجلاس بلایا گیا اور اب نجم سیٹھی کو نگران وزیر اعلیٰ کے طور پر قبول کر لیا گیا۔ اگرچہ نجم سیٹھی کی ساری زندگی امپیریلزم (Imperialism) کے خلاف گزری ہے، لیکن 9/11 کے بعد طالبان کے حوالے سے امریکہ اور نجم سیٹھی کا نقطہ نظر ایک ہو چکا ہے۔ اب یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ نواز شریف نے شہباز شریف کو نجم سیٹھی کے حوالے سے کچھ ہدایات کی تھیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ امریکہ نے نواز شریف کو فون کر کے یہ کہا ہو کہ ہم نجم سیٹھی کو نگران وزیر اعلیٰ پنجاب دیکھنا چاہتے ہیں۔ قبل ازیں نجم سیٹھی کی جیو چینل میں شمولیت کے حوالے سے بھی یہ سننے میں آیا تھا کہ بعض امریکی شخصیات کے دباؤ پر انھیں جیو چینل میں لایا گیا۔ یعنی امریکہ نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے نجم سیٹھی کو جیو چینل پر لاؤنچ کیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عالمی اسٹیبلشمنٹ کا نواز شریف کے ساتھ معاملہ ''درست'' ہو چکا ہے۔ پاکستان کے اتنے اہم منصب یعنی پنجاب کی وزارت عالیہ کے لیے نجم سیٹھی کا منتخب ہونا کسی اچنبھے سے کم نہ تھا۔ اس تمام تر صورتحال سے عیاں ہے کہ امریکہ اس بات کے لئے کوشاں ہے کہ الیکشن میں نتائج اُس کے حق میں ہوں۔

**سوال** : آئندہ انتخابات کے لیے ہماری دینی و سیاسی جماعتیں سیٹ ایڈجسٹمنٹ کر رہی ہیں۔ آپ کے خیال میں یہ سب کچھ نظریہ کی بنیاد پر ہو رہا ہے یا پھر یہ ڈرامابازی ہے؟

**ایوب بیگ مرزا** : ہمیں انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے گزشتہ 65 سال میں اپنے ہاتھوں سے اُٹھانے والے نقصانات سے کچھ سبق نہیں سیکھا۔ مثلاً زرداری صاحب (ق) لیگ کو قاتل لیگ کہتے رہے، جبکہ چودھری شجاعت حسین اپنے والد کے قتل کے معاملے میں پیپلز پارٹی کو قصوروار ٹھہراتے رہے، لیکن یہ عجیب سیاست ہے کہ کچھ عرصے بعد یہ دونوں آپس میں اتحادی بن گئے۔ اسی طرح ایم کیو ایم اور پی پی پی کبھی جڑ جاتے ہیں اور کبھی علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر افسوس دینی جماعتوں کے رویہ پر ہے۔ ہمارے ہاں یہ روش چل نکلی ہے کہ کسی ایک جماعت سے بات کرنے کے بعد کسی دوسری جماعت سے بھی سودے بازی ہوتی ہے۔ کوشش یہ ہوتی ہے کہ جو جماعت ہمیں زیادہ Accomodate کرے گی ہم اُس کا ساتھ دیں گے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہیے

کہ وہ صرف اس جماعت کے ساتھ الحاق کریں جو نظریاتی طور پر اُن کے قریب ہو۔ اس صورتِ حال کے تناظر میں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہماری دینی جماعتوں کے پیشِ نظر نفاذِ اسلام کی بجائے زیادہ سے زیادہ سیٹوں کا حصول ہے۔ اسی لیے تنظیم اسلامی انتخابی سیاست کے خلاف ہے۔ انتخابی سیاست میں عوام کا رجحان دیکھنا پڑتا ہے۔ اسی طرح آپ کو سیٹ ایڈجسٹمنٹ کر کے یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ ہمارے سیاسی حلیف کا موڈ کیسا ہے۔ اس سے اسلام اور نظریاتی پہلو سب کچھ پس پشت چلا جاتا ہے۔

**سوال** : جمہوریت نے ہمارے ووٹر کے ذہن میں یہ بات ڈال دی ہے کہ آپ کے ووٹ سے حکومت بنے گی۔ کیا ہم اس طرح ووٹر کو Misguide نہیں کرتے؟

**ایوب بیگ مرزا** : آپ کی بات بالکل درست ہے۔ اس کا حل تنظیم اسلامی کے نزدیک یہ ہے کہ ایک جماعت بذریعہ انقلاب ملک میں برسرِ اقتدار آ جائے، پھر خلیفہ یا اُمیدوار کے لیے باقاعدہ شرائط ہوں گی اور ایک خائن، بددیانت اور برا آدمی کسی بھی صورت اوپر نہیں آ سکے گا۔ لیکن موجودہ نظام میں آپ کے لیے بلاسود قرض لینا ممکن نہیں ہے۔ اِس نظام میں ہماری مرضی کی حکومت کیونکر بن سکتی ہے لیکن جب آپ خلافت کے نظام کے تحت ملکی معاملات چلائیں گے تو پھر آپ کو اچھے آدمی کے چناؤ میں کوئی مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔

**سوال**: پاکستان میں صدارتی اور پارلیمانی نظام دونوں آزمائے گئے، آپ کے خیال میں کون سا نظام پاکستان کے لیے زیادہ موزوں رہے گا؟

**ایوب بیگ مرزا** : یہاں میں آپ کی دونوں باتوں سے اختلاف کرتا ہوں، کیونکہ یہ دونوں نظام ہائے حکومت اس ملک میں صحیح انداز سے نہیں اپنائے گئے۔ کیونکہ صدارتی نظام میں لوگوں نے کبھی ووٹ کے ذریعہ اپنے صدر کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ اسی طرح پارلیمانی نظام ہمارے آقاؤں کا نظام ہے۔ برطانیہ وغیرہ میں پارلیمانی نظام چلتا ہے، جسے ہم نے بغیر سوچے سمجھے اپنا لیا ہے۔ برطانیہ میں ملکہ بادشاہ کا ایک آئینی تصور ہے۔ جس میں اُن کا سیاست سے کچھ لینا دینا نہیں ہوتا۔ وہاں وزیراعظم ہی سب کچھ کرتا ہے۔ بادشاہ یا ملکہ اُس پر اپنی مہر ثبت کرتے ہیں۔ لہٰذا برطانیہ میں یہ نظام کامیابی سے چل رہا ہے۔ اس وقت صحیح معنوں میں پارلیمانی جمہوریت بھارت میں قائم ہے۔ بھارت بھی ہماری طرح برطانیہ کا غلام تھا لیکن فرق یہ ہے کہ ہمارے ہاں اقتدار کی ہوس نے اس نظام کو ناکام بنا دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں صدر مداخلت کرتا ہے، جس سے صدر اور وزیراعظم میں ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں بے چارے عوام کچلے جاتے ہیں۔ لہٰذا میرے نزدیک پاکستان میں صدارتی نظام پارلیمانی نظام سے کہیں بہتر ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی یہی فرمایا کرتے تھے کہ صدارتی نظام زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ اسلام کے نظام کے قریب تر ہے۔ اسلام میں صدر کو خلیفہ ہی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اسلام نے خلیفہ کو جو سب سے زیادہ اختیارات دیے ہیں وہ کسی بھی ملک کے حالات ٹھیک کرنے کے لیے ناگزیر ہیں۔ اسلام میں خلیفہ کو ویٹو کا اختیار حاصل ہے۔ خلیفہ مشاورت کرتا ہے لیکن اُس کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ مشاورت کو قبول بھی کرے اور جمہوری نظام کے مقابلے میں زیادہ اچھے انداز سے مشاورت کرتا ہے۔ امریکہ میں اگر آپ دیکھیں تو اگرچہ وہاں بھی مشاورت ہوتی ہے لیکن بعض حالات میں وہاں صدر ویٹو بھی کر دیتا ہے۔ اسلام بھی یہی کہتا ہے کہ مشاورت کے بعد آخری فیصلہ خلیفہ کرے گا۔ کیونکہ خلیفہ قرآن وسنت کے دائرے میں رہتے ہوئے قانون سازی یا احکامات وغیرہ لاگو کرے گا۔ لہٰذا عوام کو قرآن وسنت کے مطابق ان احکامات کی پیروی کرنی پڑے گی۔ اس لیے یہ کہنا کہ خلیفہ من مانی کرتے ہوئے اپنی بات کو نافذ کرے گا، غلط ہے۔ اسی طرح اگر خلیفہ اپنے کسی نائب یا ذمہ دار کو خلافِ شریعت کوئی حکم دے تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ خلیفہ کی بات ماننے سے انکار کر دے۔ آپ خلافت کے نظام میں خلیفہ کی بجائے قرآن وسنت کی تعمیل کرتے ہیں۔ خلیفہ کا کام صرف قرآن وسنت کے احکامات کو نافذ کرنا ہے۔ اگر ہمارے ملک میں قرآن وسنت کی بالادستی قائم ہو جائے تو پھر کبھی بگاڑ پیدا نہیں ہوگا۔

(مرتب: وسیم احمد/محمد بدر الرحمٰن)

قارئین: اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ (www.tanzeem.org) پر خلافت فورم کے عنوان سے دیکھی جاسکتی ہے۔ پروگرام کے بارے میں اپنی آراء اور تجاویز (media@tanzeem.org) پر ارسال فرمائیں۔

## تنظیمی اطلاعات

### تنظیم اسلامی ہارون آباد غربی میں محمد شفیق کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ پنجاب شرقی کی جانب سے مقامی تنظیم ہارون آباد غربی میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 مارچ 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب محمد شفیق کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### مقامی تنظیم شاہ فیصل ملیر میں عبدالجلیل کا بطور امیر تقرر

امیر حلقہ کراچی جنوبی کی جانب سے مقامی تنظیم شاہ فیصل ملیر میں تقرر امیر کے لئے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 21 مارچ 2013ء میں مشورہ کے بعد جناب عبدالجلیل کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

### دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی راولپنڈی ٹینچ بھاٹہ کے رفیق (سابقہ رفیق الواسع الریاض سعودی عرب) غلام رسول بھٹی قضائے الٰہی سے وفات پاگئے۔

☆ تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے رفیق ذیشان ہاشمی کے والد اور شیخ رحیم الدین صاحب کے سمدھی وفات پاگئے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

اجوائن اور بیری کا خالص شہد
فری ہوم ڈلیوری
0322-4371473

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

# حضرت ابوبکر صدیق ؓ: خلیفہ رسول اللہ ﷺ

احمد علی محمودی

## نام ونسب

آپؓ کا نام (حضرت) عبد اللہ ؓ، کنیت ابوبکر ؓ تھی۔ آپؓ اسی نام سے مشہور ہیں۔ ''بکر'' کے لغوی معنی ہیں آگے بڑھنا، جلدی کرنا (المنجد) چونکہ آپؓ سب سے پہلے اسلام لائے، اس لیے کنیت ابوبکر مشہور ہوگئی۔ آپؓ کا سلسلۂ نسب والدہ کی طرف سے ساتویں پشت میں نبی کریم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ آپؓ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سلمٰی، کنیت ام الخیر اور آپ کے والد ماجد نام کی بجائے اپنی کنیت ابوقحافہ سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپؓ صحابی رسول ہیں۔ حضرت ابوبکر ؓ کا لقب صدیق وعتیق ہے۔ صدیق سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپؓ کے صدیق ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ یہ دونوں لقب حضور نبی کریم ﷺ کے عطا کردہ ہیں۔ عتیق کے معنی ہیں آزاد یعنی عذاب آخرت سے آزاد، جبکہ صدیق کے معنی ہیں بڑا سچا، بہت سچ بولنے والا، سچائی میں کامل۔ شرعی اصطلاح میں صدیقیت ایک منصب ہے، منصب نبوت کے بعد اور شہداء واولیاء سے مقدم۔ آپؓ کو یہ لقب اس لیے حاصل ہوا کہ آپؓ نے ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق میں سبقت فرمائی۔

حضرت ابوبکر ؓ کا تعلق عرب کے ایک معزز قبیلے بنوتیم سے تھا۔ آپؓ طبعاً پاکباز، نرم مزاج اور صلح جو تھے۔ حضرت ابوبکر ؓ اسلام سے پہلے بھی شریفانہ کردار کی وجہ سے عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپؓ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ دعوت وتبلیغ اسلام کی پاداش میں مشرکین مکہ نے جب رسول کریم ﷺ کو ہدف مظالم اور نشانۂ جفا بنایا تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حفاظت رسول ﷺ کا فرض ادا کیا حتیٰ کہ اس سلسلہ میں بعض اوقات آپؓ خود کفار ومشرکین کے ظلم وستم کا نشانہ بنے۔

آپؓ ایک مشہور ومعروف تاجر تھے۔ قریش کے اشخاص آپؓ کے علم، کاروبار میں دیانت اور ایمانداری اور حسن سلوک کی وجہ سے آپؓ کے پاس آتے جاتے تھے۔ پس جو بھی آپؓ کے پاس آکر بیٹھتا، آپؓ اسے اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ آپؓ کی مؤثر تبلیغ سے اکابر صحابہ کرام ؓ ایمان لائے۔ تاریخ اسلام میں رسول اللہ ﷺ کے بعد آپؓ سب سے پہلے خطیب ہیں کہ جنہوں نے مشرکین مکہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دی۔ دعوت وتبلیغ کی راہ میں، پوری امت میں سب سے پہلے اذیت وتکلیف اٹھانے کی سعادت بھی آپؓ ہی کے مقدر میں آئی۔ آپؓ کی صاجزادی حضرت عائشہ ؓ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں تھیں۔ اس بناء پر آپؓ کی رسول اللہ ﷺ سے قریبی رشتہ داری بھی تھی۔

## اسلام کے لیے قربانیاں

حضرت ابوبکر ؓ نے اسلام لانے کے بعد ہر مشکل اور نازک گھڑی میں رسول اللہ ﷺ کا بھرپور ساتھ دیا۔ مالی خدمت میں آپؓ کا کوئی ثانی نہیں۔ آپؓ نے اپنے مال سے دین اور اپنے محبوب رسول معصوم ﷺ کی جو خدمات انجام دی ہیں، کتاب اللہ کے بعد رسول کریم ﷺ ان کی مدح وستائش میں رطب اللسان ہیں۔ ارشاد فرمایا: ''بے شک سب سے زیادہ اپنی رفاقت اور مال سے مجھ پر احسان کرنے والے ابوبکر ؓ ہیں۔'' (بخاری ومسلم)
مزید ارشاد فرمایا: ''ابوبکر (ؓ) کے سوا مجھ پر جس کسی کا احسان تھا اس کا میں نے بدلہ ادا کر دیا، ابوبکر ؓ کے مجھ پر جو احسان ہیں، اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ادا کرے گا، اور مجھے کسی کے مال نے ہرگز وہ نفع نہیں پہنچایا جو ابوبکر ؓ کے مال نے پہنچایا۔'' (ترمذی)

مدینہ طیبہ میں مسجد نبوی کی زمین کی رقم حضور نبی کریم ﷺ کے حکم سے آپؓ نے ادا فرمائی۔

آپؓ نے متعدد ایسے غلاموں کو خرید کر آزاد کیا جو اسلام قبول کرنے کے ''جرم'' میں اپنے آقاؤں کے ظلم وستم کا شکار تھے، جن میں حضرت بلال، حضرت عامر بن فہیرہ، حضرت زنیرہ ؓ وغیرہ شامل ہیں۔ غزوۂ بدر سے غزوۂ تبوک تک آپؓ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور شجاعت وجاں نثاری کی اعلیٰ مثال قائم کی۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر جب ایک بڑی مہم درپیش تھی اور جہاد کے لیے مال کی اپیل کی گئی تو حضرت ابوبکر ؓ نے سخاوت وجاں نثاری کی ایسی درخشاں مثال پیش کی جو رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔ آپؓ نے اپنے گھر کا سارا سامان لاکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے یہ پوچھنے پر کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا، یہ تاریخی جواب دیا: ''ان کے لیے اللہ اور اس کا رسول ﷺ کافی ہے۔''

## مقام ومرتبہ

اسلام میں حضرت ابوبکر ؓ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپؓ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ خلیفۃ رسول اللہ ﷺ کے لقب سے آپؓ ہی ملقب ہوئے۔ حضرت عمر ؓ اور بعد کے تمام حضرات خلفاء امیر المؤمنین کہلائے۔ یہ شرف بھی صرف آپؓ ہی کو حاصل ہے کہ آپؓ کی چار نسلیں شرف صحبت رسول ﷺ سے مشرف ہوئیں۔ آپؓ صحابی ہیں، آپ کے والد محترم حضرت ابوقحافہ ؓ صحابی ہیں۔ آپؓ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمٰن ؓ صحابی ہیں اور ان کے صاحبزادے بھی صحابی ہیں۔ بارگاہِ نبوت میں جو قرب آپؓ کو حاصل تھا، وہ کسی بھی دوسرے صحابی کو حاصل نہ تھا۔ سفر ہجرت میں اپنی معیت اور صحبت کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے آپؓ ہی کا انتخاب فرمایا اور آپؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا: کہ ''میری امت میں سب سے زیادہ میری امت پر مہربان ابوبکر ؓ ہیں۔'' حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر ؓ سے فرمایا: ''تم غار میں میرے ساتھی اور حوض (کوثر) پر بھی تم ہی میرے ساتھی ہوگے۔''

قیامت میں سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک شق ہوگی اور آپ ﷺ سب سے پہلے کھڑے ہوں گے۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر ؓ قبر سے باہر آئیں گے۔ پھر حضرت عمر ؓ۔ حضرت ابن عمر ؓ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اس حال میں کہ حضرت ابوبکر ؓ آپ کی دائیں

جانب تھے اور حضرت عمرؓ بائیں جانب اور آپؐ ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا: ''ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھیں گے۔'' حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ اے ابوبکرؓ میری امت میں سب سے پہلے آپ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔'' (مشکوٰۃ، مناقب ابی بکرؓ)

جنت میں حضرت ابوبکرؓ کو نبی کریم ﷺ کی رفاقت و معیت کا شرف نصیب ہوگا۔ آپؓ جنت میں حضرات انبیاء ورسلؑ کے سوا تمام اہل جنت کے سردار ہوں گے، اور آپؓ کو جنت کے ہر ہر دروازے سے بلایا جائے گا۔ صدیق اکبرؓ کی خوش بختی کے کیا کہنے کہ جہاں آپؓ محبِ رسول ﷺ ہیں، وہاں آپؓ محبوبِ رسول ﷺ بھی ہیں۔ ایک صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''عائشہؓ سے'' انہوں نے پوچھا ''مردوں میں'' تو آپؐ نے فرمایا: ''ابوبکرؓ سے۔'' (ترمذی) فتح مکہ کے بعد 9 ہجری میں اسلامی طریقہ کے مطابق جو پہلا حج ہوا، اس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو امیر حج بنا کر بھیجا، اس کے علاوہ وصال سے چند روز پہلے جب رسول اللہ ﷺ بیماری کی شدت کی وجہ سے نماز کی امامت نہ فرما سکے تو آپؐ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکرؓ نماز کی امامت کریں۔

### دورِ خلافت

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا دور صرف اڑھائی سال رہا۔ اس مختصر عرصہ میں آپؓ نے بہترین اور بروقت فیصلوں اور دانشمندانہ کارروائیوں کی وجہ سے اسلامی حکومت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ آپؓ نے اپنے دورِ خلافت میں درحقیقت اسلام کو نئی زندگی بخشی، مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کا فتنہ پوری جرأت وقوت کے ساتھ فرو کیا اور سب سے زیادہ زور مدعیان نبوت کی سرکوبی پر لگایا اور اسلامی سرحدوں کو وسعت دی۔

### سفرِ آخرت

سیرت نگاروں کا قول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے سہ شنبہ (منگل) کی رات کو مغرب اور عشاء کے درمیان 22 جمادی الثانی 13ھ کو تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) آپؓ کی نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے پڑھائی۔ آپؓ کو حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے قبر میں اتارا اور آپؓ کی وصیت کے مطابق آپؓ کو اپنے محبوب رسول ﷺ کے پہلو مبارک میں دفن کیا گیا۔

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

## بقیہ: کار تریاقی

بگٹیوں نے مشرف کے سر کی قیمت اور بطور انعام تا عمر مہمان نوازی کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ اس پہلو پر نگاہ رکھنا لازم ہے کہ مشرف کو ان حالات میں یہاں لانا اور وقتی طور پر اس کے دشمنوں کے منہ بند رکھوانے کے پیچھے عزائم کیا ہیں! اس کے جانے کے بعد ہر کوئی اس کی لکیر پیٹا کرتا تھا۔ اب یکا یک سناٹے کیونکر؟ کیا یہ خاموشی کسی نئے طوفان کی پیش خیمہ ہے؟ یا یہ صرف کمزور قومی کردار ہے؟

پاکستان کو امریکی ایجنڈوں کے پھندے سے آزاد کروانے کے عزم صمیم کے بغیر ملک کے حالات ہرگز نہیں بدلیں گے۔ نام اور چہرے بدلیں گے صرف۔ یوں بھی ہمیشہ سامراجی طاقتوں نے اپنی کالونیوں میں منہ کا ذائقہ بدلنے کو دل بہلائے رکھنے کو اپنے ہر رنگ کے گماشتے پال رکھے ہوتے ہیں۔ عوام کالانعام ایک سیٹ اپ کے خلاف ہو جاتے ہیں تو انہی کا پروردہ دوسرا آن موجود ہوتا ہے۔ قوم کا مقدر تو وہ بدلے گا جو عوام کے ساتھ سیدنا عمرؓ تا ملا عمر کی طرح خود بھی خط غربت پر بیٹھ کر ان کے دکھ سکھ کا شراکت کار ہو! یہ دولت کے انباروں میں عیش و عشرت کے دلدادہ سیاست کار تو فرنچ شہزادی کی باقیات ہیں جو بھوکے عوام کو کیک کھانے کا مشورہ ہی دے سکتے ہیں۔ قوم تو ان کی صدارتوں، وزارتوں، پروٹوکول، مغلیہ شہزادوں کے اللے تللے پورے کرتی خود فاقوں اور چیتھڑوں پر آ گئی! اپنی خودی پہچانے بغیر، استعماری چہروں کے نقاب نوچے بغیر حقیقی انقلاب ممکن نہیں۔

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے

✽✽✽✽✽


## ضرورت رشتہ

☆ فیصل آباد میں مقیم فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے انگلش، مطلقہ (اڑھائی سال کی بیٹی ہمراہ ہے) کے لئے برسرروزگار، تعلیم یافتہ، نیک سیرت رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ لاہور، اسلام آباد یا بیرونِ ملک کے لوگ رابطہ کریں۔ رفیق تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔
برائے رابطہ: 0300-6653869
0300-9652069

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنے بیٹے عمر 22 سال، حافظ قرآن، مڈل پاس کے لئے دینی مزاج کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0323-4714864

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی ڈاکٹر بیٹی، عمر 24 سال، کے لئے دینی مزاج کے حامل ڈاکٹر لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0315-4098901

☆ لاہور میں مقیم لودھی پنجابی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، قد "2'.5، ایم ایس سی اکنامکس خوب سیرت وصورت کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار (حلال) تعلیم کم ازکم بی ایس سی (ترجیحاً انجینئر) لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0321-9009390

☆ ڈیفنس لاہور میں رہائش پذیر راجپوت بھٹی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم ایس سی کیمسٹری قد "5'3 خوبصورت وسیرت کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار (ترجیحاً ذاتی کاروبار) لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-4851847

☆ جھنگ سے تعلق رکھنے والی ایک فیملی کو اپنی دو بیٹیوں بالترتیب 1 عمر 20 سال، تعلیم بی اے، حافظہ وعالمہ اور 2 عمر 15 سال، حافظہ کے لئے دینی ومذہبی مزاج کے لئے تعلیم یافتہ برسرروزگار رشتے درکار ہیں۔
برائے رابطہ: 0301-6998587

☆ لاہور ڈیفنس میں رہائش پذیر راجپوت بھٹی فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 22 سال، تعلیم ایم اے انگلش، قد "5'4 خوبصورت وسیرت کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار (ترجیحاً ذاتی کاروبار) لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-4851847

# مسلم معاشرے میں

# مسلمان عورت کی تربیت اولاد کی ذمہ داری میں غفلت

بنت اسرار

اسلامی معاشرے کی تشکیل وتعمیر میں خواتین کا کردار خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ اِس ضمن میں یہ جاننا از بس ضروری ہے کہ اللہ نے عورت کو کس لئے بھیجا؟ اس پر کیا ذمہ داریاں عائد کیں؟ اور اس نے اپنے رتبے کا استعمال کیسے کیا؟ دنیا کے ہر شخص پر لازم ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرے۔ والدہ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی اور اہم ذمہ داری سونپی۔ وہ یہ کہ خود حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائی کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد کو بھی ان ذمہ داریوں کی ادائی پر آمادہ کرے۔ یوں دیکھا جائے تو عورت ماں کے روپ میں استاد، داعیہ اور مربیہ ہے اور ایسی ہستی یقیناً اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ تعلیم کے میدان میں مسلمان عورت پر دو طرح کی ذمہ داری ہے: روحانی تعلیم، اور مادی تعلیم۔ روحانی تعلیم کے بغیر مادی تعلیم دینا گویا اولاد کو دنیا پرستی سکھانا اور مادہ پرست بنانا ہے۔ افسوس کہ آج کی مسلمان ماں باطنی اور روحانی تعلیم کی ذمہ داری سے یکسر غافل ہوگئی ہے۔ وہ اولاد کی دنیا بنانے اور دنیا کی چمک دمک اور اس کے حصول پر توجہ مرکوز کئے ہوئے ہے۔ وہ اسلام کی تعلیمات کوسوں سے دور رہتی ہے۔ اگر اس کی اسلام کی طرف توجہ ہوتی بھی ہے تو زندگی کے آخری حصے میں۔ ظاہر ہے جب وہ خود عمر کے آخری حصہ میں قرآن پڑھے اور اس کا ترجمہ سیکھے تو اولاد کو کیونکر سکھا سکتی ہے۔ آخرت، آخرت کی مسؤلیت اور جوابدہی کا احساس بالکل ختم ہوگیا ہے۔ اِسی بنا پر ”بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست“ کے مصداق دنیا کی کامیابی کے لئے جائز وناجائز طریقے سے دولت کا حصول ہی مقصد حیات ٹھہرا ہے۔ مسلمان عورت کی اپنی اولاد کی دینی تعلیم وتربیت سے غفلت بہت بڑا جرم ہے۔

قرآن وحدیث کی رُو سے ماں اپنے بچوں کی راعیہ (یعنی نگران) اور عنداللہ مسئول ہے، اور اس سے روز قیامت اس کی رعیت (یعنی اولاد) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ماؤں کی صورت میں ہمارے سامنے انتہائی روشن ستارے قرونِ اولیٰ میں موجود ہیں، جنہوں نے ہر قسم کے نامساعد حالات میں بھی اپنا راستہ نہیں چھوڑا، اپنی ذمہ داریوں کو پورے شعور اور جانفشانی سے ادا کیا اور آخر کار منزل مراد تک پہنچ گئیں۔ آج اگر کوئی مسلمان ماں یہ شکوہ کرے کہ کیا کروں، شوہر نہیں مانتے، وہ گمراہ کرتے ہیں تو ایسی ماں کے لیے حضرت آسیہ کا اسوہ ہمارے سامنے ہے، جو بے انتہا بگڑے ہوئے، ظالم اور سرکش فرعون کی بیوی تھیں۔ انہوں نے خود ماریں کھائیں اور تکلیفیں برداشت کیں، لیکن اپنے دین پر آنچ نہ آنے دی۔ جنت کا حصول اتنا آسان نہیں ہے۔ یہ خیال خود فریبی ہے کہ آدمی نفس اور شیطان کی بندگی کرے اور پھر بھی یہ سمجھے کہ آگ میں نہ ڈالا جائے گا۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ فرعون کی زندگی اور موسیٰ علیہ السلام کی عاقبت چاہتے ہیں، ایسا کیونکر ہوسکتا ہے۔ ہمارے سامنے آئیڈیل ماں کے طور پر حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی بہترین مثال موجود ہے، جو خود چکی پیستیں، خود پانی لے کر آتیں، لیکن اس تمام تر مشقت کے باوجود انہوں نے بچوں کی مثالی تربیت کی؟ ہم بڑے فخر سے ان کے اور اُن کے بچوں کے نام پر اپنے بیٹوں اور اپنی بیٹیوں کے نام رکھتے ہیں۔ فاطمہ، علی، حسن، حسین، لیکن افسوس کہ اُن ناموں سے ہماری کوئی بھی عملی مناسبت نہ ہوسکی۔ اسی طرح بہت سی دوسری صحابیات جیسے حضرت اسماءؓ، حضرت خنساءؓ وغیرہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ان ہستیوں کی گودوں میں پروان چڑھنے والے بچے بہت بہادر اور مضبوط سیرت وکردار والے تھے۔ جبکہ آج کی مسلمان ماں کی گود میں اداکار، اداکارائیں اور طوائفیں پرورش پا رہی ہیں۔ شرم وحیا اور ستر وحجاب کا لبادہ جب خود ماں نے اتار پھینکا تو اولاد میں کہاں سے آئے گا۔

آج کی مسلمان خواتین بڑے فخر سے اپنی بیٹیوں کو مخلوط تعلیم دلاتی ہیں۔ اپنی بیٹیوں کو ایسے تعلیمی اداروں میں بھیجنا جہاں تعلیم اور اخلاق کی بجائے اخلاق سوز حرکتیں ہورہی ہوں اور بے حیا لڑکیوں کو دیکھ کر شریف زادوں کی نگاہیں شرم سے جھک جاتی ہیں، کیا یہ اسلام کی معاشرتی تعلیمات سے کھلی بغاوت نہیں۔ ایسا کرنے والی مائیں درحقیقت اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی چلا رہی ہیں۔ اس طرزِ عمل کے نتیجہ میں جہاں بچیوں کے اندر بے پردگی، بے حجابی اور بے راہ روی جنم لیتی ہے، وہیں ان میں غرور، تکبر اور فخر کے احساسات بھی نمایاں ہوتے ہیں اور ماں کی عزت واحترام اور فرماں برداری کے جذبات ختم ہوجاتے ہیں۔ آج کی ماں جو اپنی منصبی ذمہ داری کی ادائی میں ناکام ہوچکی ہے، بڑھاپے میں مظلوم بن کر آئے گی اور دنیا کو دکھائے گی کہ عورت آج بھی مظلوم ہے، لیکن یہ نہ سوچے گی کہ اس صورتحال میں سب سے زیادہ قصور خود اُس کا اپنا ہے۔

یہی عورت جب ساس کا روپ اختیار کرتی ہے تو وہاں بھی اپنے رتبے کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے ناانصافی سے کام لیتی ہے۔ توازن، عدل وانصاف کا دامن تار تار ہوچکا ہوتا ہے۔ اس کے ذہن میں آج بھی آقا اور غلام والی ذہنیت کام کرتی ہے، الا ماشاء اللہ۔ یوں وہ یہاں بھی ناکام ہوجاتی ہے۔ وہ بہو کی زندگی کو اجیرن بنا دیتی ہے۔ اُس کے خلاف بیٹے کو اُکساتی ہے۔ اُسے شوہر سے پٹواتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہنستے بستے گھر اُجڑ جاتے ہیں اور طلاقوں کی نوبت آجاتی ہے۔ عورت سے یہ زیادتیاں حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا نہ کرنے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ لیکن عورت کو چونکہ اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرنے کا شوق ہوتا ہے، لہٰذا ”ات بھی اپنی، پت بھی اپنی ہے“ کے مصداق دنیا کے سامنے بڑھاپے میں پھر بھی مظلوم ہوتی ہے۔

آج کی مسلمان ماں جوانی میں دنیا کی رنگینیوں میں کھوئی رہتی ہے۔ بچوں کے لئے اس کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ کام والیاں رکھنے کے باوجود کام میں سلیقہ

اور بہتری نہیں آتی، اُسے ٹی وی اور کیبل دیکھنے سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ تربیت کا کام کیسے انجام دے گی۔ وہ بے پردگی کا مظاہرہ کرتی ہے، مخلوط محافل میں شرکت کرتی ہے، اپنے جسمانی حسن کی نمائش کرتی ہے۔ یوں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں لاعلمی کی وجہ سے وہ اپنی زندگی کا بہترین دور لہو و لعب اور دوسری خرافات میں ضائع کر دیتی ہے۔ پھر وقت کا پہیہ تیزی سے گھومتا ہوا جب اُسے بڑھاپے کی دہلیز تک پہنچا دیتا ہے، تو اُس کے سامنے صرف اور صرف اپنے حقوق کا حصول رہ جاتا ہے۔ لیکن چونکہ اُس نے اولاد کی تربیت صحیح نہج پر نہیں کی تھی، لہٰذا اپنے مستقبل کے حوالے سے اُس پر مایوسی طاری ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں والدین اکثر اس بات پر شاکی رہتے ہیں کہ اولاد نے والدین کا رتبہ نہ پہچانا۔ وہ اُن کے حقوق سے غافل ہے، اور اُن کو گھر کے کونے میں بٹھا دیا (یا old houses میں بھیجنے کی تیاری کر رہے ہیں) لیکن یہ نہیں سوچتے کہ اُن کی اولاد فرماں بردار کیسے ہوسکتی ہے جبکہ انہوں نے مغرب کی بے حیا طرزِ معاشرت پر اولاد کی پرورش کی ہے۔ ساری عمر مغرب کی تقلید کرنے والے جو خود بھی شیطان کے راستے کے راہی رہے ہوں اور اولاد کو بھی اس پر چلایا ہو، یہ بھول جاتے ہیں کہ مغرب کی نقالی میں انہوں نے جو بویا ہے اہلِ مغرب کی طرح وہی کاٹنا پڑے گا۔ ماں نے تعلیم و تربیت اور تہذیبی حوالے سے بچوں کو مغرب کی طرف دھکیلا تھا۔ امریکن سکولوں میں، مغربی طرز پر تعلیم دلانے کو فخر سمجھا تھا۔ مزید تعلیم کے لئے امریکہ، فرانس، یورپ بھیج کر گویا ان کی طرزِ زندگی پر اپنی اولاد کے مستقبل کو ''سنوارنے'' کی بھرپور کوشش کی تھی، تو اب جبکہ اولاد والدین کی تقلید میں والدین کو مغربی طرزِ زندگی کے حوالے کر رہی ہے تو اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے۔ اس میں ہرگز کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ یہ تو ''اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے'' کی سزا ہے جو یہاں مل رہی ہے۔ اس پر مستزاد آخرت کی سزا ہے جو حقیقی ہے، اور ابھی باقی ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تعلیم بظاہر روحانی تعلیم لگتی ہے، لیکن درحقیقت اِسی سے ہماری انفرادی، عائلی اور سماجی زندگی سنورتی ہے اور پورا انسانی سماج اس کے ثمرات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ظاہر ہے جب معاشرے کا ہر فرد حقوق کی بجائے فرائض کی ادائی کی فکر کرتا ہے تو ایک نئی شان کا سماج وجود میں آتا ہے۔ ہر جگہ سکون و اطمینان اور امن و امان کی بہاریں ہوتی ہیں۔ میری مسلمان خواتین سے اپیل ہے کہ خدارا! اپنی اولاد کی دینی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیں۔ یہ آپ کی بنیادی دینی ذمہ داری بھی ہے، اور اولاد کی جانب سے والدین سے سرد مہری (بلکہ بدسلوکی) کے تدارک کا ذریعہ بھی۔ ماں کی مامتا مشہور ہے۔ ماں کی اپنی اولاد سے محبت عالمگیر سچائی ہے۔ ماں اولاد کے تحفظ اور اُسے خطرات سے بچانے کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیتی ہے، مگر حیرت ہے کہ آج کی مسلمان ماں کو اپنی اولاد کے نارِ جہنم سے بچاؤ کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اولاد کی دنیا بنانے کی جدوجہد تو مذہب و ملت کی تفریق کے بغیر ہر ماں کرتی ہے۔ مگر مسلمان ماں اور غیر مسلم ماں میں اولاد کی تربیت کے حوالے سے واضح فرق ہے، جو بدقسمتی سے اب نہیں رہا۔ مسلمان ماں کا کام ہے کہ اولاد کی دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی کے لیے کوشاں رہے۔ وہ اگرچہ دنیا میں بھی اولاد کی ترقی کی متمنی ہو لیکن اُس کی نظر دنیا کی بجائے حقیقی کامیابی اُخروی نجات پر ہونی چاہیے۔ اُسے اپنے اصل دائرہ کار یعنی گھریلو ذمہ داریوں کا شعور حاصل ہو۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عورت کا جہاد اس کے گھر میں ہے۔ گویا گھر میں بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کرنا، انہیں نماز روزہ کی پابندی کرانا، شوہر کے مال اور اس کے رازوں کی حفاظت کرنا مردوں کے جہاد کے برابر ہے۔ ایسی عورت قیامت کے دن جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوسکتی ہے۔ آج کی مسلمان عورت اپنی ذمہ داریوں کی ادائی اور آخرت کی مسئولیت سے غافل ہے اور مغرب کی خالصتاً مادہ پرستانہ تہذیب کا حصہ بننے کو باعثِ فخر سمجھتی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کوا چلا ہنس کی چال، اپنی بھی بھول گیا۔ ع

خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

مولانا ابو الکلام آزاد مرحوم نے اپنی کتاب ''مسلمان عورت'' میں جو بات کہی ہے وہ آج کی عورت پر پورے طور پر صادق آتی ہے۔ انہوں نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ''عورتوں کا طبعی فرض نوعِ انسان کی حفاظت اور تربیت ہے۔ اس دائرے سے عورت جب باہر قدم نکالتی ہے تو عورت نہیں رہتی، بلکہ عورت اور مرد کے علاوہ ایک تیسری جنس کا نمونہ بن جاتی ہے۔''

❁❁❁❁❁

سہ ماہی مجلہ
نظریات
سرپرست
حافظ عبدالرحمن مدنی
مدیر
حافظ طاہر اسلام عسکری

اِدارہ بحث و تحقیق لاہور کے زیرِ اہتمام
سہ ماہی علمی، فکری و ادبی مجلہ 'نظریات' کا اجرا

شمارۂ اول (جنوری تا مارچ 2013) کے اہم مضامین
تحریکِ استشراق: ایک تعارف
انسانی اعضا کی پیوندکاری
تہذیبِ جدید کا فکری بحران اردو ادب کے آئینہ میں

بطور نمونہ منگوانے کے لیے 30 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوائیں

پتا: طیب بن خالد، مینیجر سہ ماہی نظریات
گلی نمبر 1، سلمان پارک، بینک سٹاپ، 17KM، فیروز پور روڈ، لاہور

# سلطان محمد فاتحؒ

فرقان دانش

سلطان محمد ثانی، جو بعد میں سلطان محمد فاتح کے نام سے معروف ہوئے، 26 رجب 833ہجری بمطابق 20اپریل 1429ء کو ''ادرنہ'' میں پیدا ہوئے جو اس وقت سلطنت عثمانیہ کا دارالحکومت تھا۔ اُن کے والد سلطان مراد ثانی نے اُن کی تعلیم و تربیت کا خاص طور پر اہتمام کیا اور اس غرض کے لیے مملکت کے بڑے بڑے علماء وفضلاء کو مقرر کیا گیا۔

سلطان محمد کو اپنے والد کی زندگی میں ہی سلطنت کا نظم ونسق چلانے کا کافی حد تک عملی تجربہ ہو چکا تھا۔ عمر ابھی بمشکل چودہ برس کی ہوگی کہ اُن کے بڑے بھائی علاؤ الدین کی موت کے صدمے نے اُن کے باپ سلطان مراد ثانی کو دل برداشتہ کر دیا اور وہ سلطان محمد کو تخت پر بٹھا کر خود گوشہ نشین ہو گئے۔

عیسائیوں نے یہ دیکھ کر ایک چودہ سال کا بچہ حکومت پر فائز ہے، انہوں نے سلطنت عثمانیہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ شاہ ہنگری نے پوپ کے اشارے پر مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور عہد و پیمان کا لحاظ کیے بغیر عثمانی مقبوضات (بلغاریہ) پر حملہ کر دیا۔ شاہ ہنگری نے اگرچہ انجیل کی قسمیں کھائی تھیں اور مسلمانوں سے دس سال کے لیے صلح کی تھی، لیکن اس نے عہد کی بھی کوئی پروانہ کی۔ سلطان مراد ثانی گوشۂ خلوت سے نکلے اور ترکوں نے کمالِ جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے عیسائی افواج کے کمانڈر کا سر کاٹ دیا۔ جب عیسائیوں نے شاہ ہنگری کا کٹا ہوا سر دیکھا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ جان بچا کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔

سلطان مراد ثانی نے دوبارہ سلطان محمد فاتح کو تخت پر فائز کر دیا، اور خود دوبارہ گوشہ نشین ہو گئے۔ ہنگری سلطنت کے ایک جنرل جان ہونیاد نے مغرب کے کئی امراء کو ساتھ ملا کر بغاوت کر دی، جس سے سلطان مراد خان ثانی کو دوبارہ گوشہ خلوت سے باہر آنا پڑا۔ تین دن تک سلطنت عثمانیہ اور عیسائیوں کے مابین زبردست جنگی معرکہ آرائی ہوئی اور آخر کار چوتھے دن جنرل جان ہونیاد حسب سابق میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

سلطان محمد فاتح اپنے باپ سلطان مراد ثانی کی وفات کے بعد 1451ء میں مستقل طور پر تخت نشین ہو گئے۔ تمام عیسائی سلطنتوں کے امراء مبارک باد کے لیے آئے لیکن ''اناطولیہ'' کے امراء نے برعکس کردار ادا کرتے ہوئے ترکان عثمانی کے مقبوضات کو فتح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ میدان کارزار ایک مرتبہ پھر گرم کر دیا گیا، لیکن اب سلطان محمد فاتح چودہ سال کا بچہ نہ تھا۔ اگرچہ ترکوں کے ساتھ اناطولیہ کے کئی معرکے برپا ہوئے لیکن آخری فتح کے طور پر سلطان محمد ہی غالب رہے۔

سلطان محمد فاتح کی عظیم فتوحات میں سے قسطنطنیہ کی فتح سب سے عظیم ہے۔ وسیع پیمانے پر سامان جنگ جمع کرنے کے بعد چیدہ چیدہ سپہ سالار، توپ خانہ اور زبردست بحری بیڑہ لے کر سلطان 1452ء میں ایڈریانوپل سے قسطنطنیہ کے محاصرے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ جہازوں کا بیڑا جو تین سو بحری جہازوں اور بہت سی باربردار کشتیوں پر مشتمل تھا، گیلی پول میں تیار ہوا۔ بحری و بری دونوں راستوں سے قسطنطنیہ کا محاصرہ شروع ہو گیا۔

رومیوں نے مسلمانوں کے حملوں سے بچاؤ کے لیے بڑے بڑے چودہ جہاز خلیج گولڈن ہار کے دہانے پر کھڑے کر دیئے، جس کے سبب مسلمانوں کو حملہ کرنے میں دشواری پیش آئی۔ سلطان محمد نے یہ دیکھ کر بحری راستے کی بجائے خشکی کا راستہ اختیار کیا۔ سلطان نے آبنائے باسفورس اور خلیج گولڈن ہار کے دوسرے سرے تک درمیانی پتھریلی زمین پر چھ میل تک لکڑی کے تختے ڈال کر روغن سے چکنا کر دیا اور پھر ان کے ذریعے راتوں رات خلیج گولڈن ہار سے اسی (80) کشتیاں گزار کر انھیں قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے پہنچا دیا۔

سلطان کی فوج صبح ہوتے ہی فصیل کی طرف بڑھی اور اس نے شہر کے کنارے پر فوج کو پھیلا دیا اور اپنا خاص جھنڈا سینٹ روما کے عین سامنے نصب کر کے فوج کو حملے کا حکم دے دیا۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان نے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لیے سلطنت عثمانیہ کے دارالحکومت ایڈریانوپل میں جو ایک بڑی توپ تیار کرائی تھی وہ بارہ من وزنی پتھر کا گولہ ایک میل کے فاصلے پر پھینک سکتی تھی۔ اس توپ کو ایڈریانوپل سے یہاں تک لانے کے لیے مضبوط اور توانا بیلوں کی پانچ سو جوڑیاں لگی ہوئی تھیں اور تین ہزار سپاہیوں کو اس کی حفاظت پر مقرر کیا گیا تھا۔

اسی توپ کی زبردست گولہ باری سے فصیل ٹوٹ گئی اور ترکوں کو کشتیوں سے نکل کر اس میں داخل ہونے کی امید پیدا ہو گئی۔ شہر پناہ کے گرد 100 فٹ گہری خندق کھدی ہوئی تھی جسے پاٹ کر ترکوں نے ایک اچھا خاصا راستہ بنا لیا اور پھر یہ سوچ کر کہ اب شام ہو چکی ہے صبح کو شہر میں داخل ہوں گے، رات کو وہیں پڑاؤ ڈالے رکھا، لیکن رومیوں نے اس وقفے سے فائدہ اُٹھا لیا اور راتوں رات فصیل کی شکستہ دیواروں میں جو روزن اور رخنے پڑ گئے تھے، ان سب کو درست کر دیا اور خندق صاف کر کے اس کی حالت بھی پہلے جیسی کر دی۔ اس کے علاوہ ٹوٹے پھوٹے برج بھی تیار کر دیئے۔ دوسرے دن معرکہ آرائی کا آغاز دوبارہ ہوا۔ پونے دو مہینے کی ناکام کوششوں کے بعد اب ترکوں نے مغربی شہر پناہ کا رُخ کیا۔

توپ خانے نے دھواں دھار گولہ باری کر کے رومیوں کے چار بڑے بڑے مورچوں اور برجوں کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا اور اسی طرح سینٹ روما میں بھی بڑے بڑے رخنے اور شگاف پڑ گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے میں فصیل کا بہت سا حصہ گر گیا اور وہ

گہری خندقیں جو ترکوں اور شہر کے لوگوں کے درمیان میں حائل تھیں انھیں برباد شدہ دیواروں کے ملبے سے پاٹ دیا گیا اور ترکوں کے لیے شہر میں داخل ہونے کا راستہ مکمل طور پر صاف ہو گیا۔

سلطان محمد فاتح نے اس کامیابی کے بعد دو مرتبہ اپنے قاصد کو مصالحت کے لیے بھیجا اور کوشش کی کہ قیصر بغیر کشت وخون کے شہر اس کے حوالے کر دے لیکن اس نے دونوں مرتبہ ہی نہایت سختی میں جواب دیا۔ چنانچہ سلطان محمد فاتح نے مجبور ہو کر فوج کو عام حملے کا حکم دے دیا اور اپنی فوج میں منادی کروادی کہ شاہی عمارات کے سوا تمام مالِ غنیمت میں فوج کا حصہ ہے۔

عین اس وقت کہ جب سلطان کی بری فوج قسطنطنیہ کے شہر میں داخل ہو رہی تھی، ترکوں کی بحری فوج نے خاص قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یونانی و رومی مقابلے پر آ موجود ہوئے اور ایک آخری خون ریز معرکہ برپا ہوا جس میں آخری فرماں روائے روم قیصر یازدہم مارا گیا اور قسطنطنیہ کے قدیم اور تاریخی شہر پر اسلام کا پرچم لہرا دیا گیا۔ دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق 29 مئی 1453ء کو قسطنطنیہ فتح ہوا۔ یہ فتح اس لیے بھی یادگار اور باوقار خیال کی جاتی ہے کہ اس کی آنحضرت ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی نیز اس کو فتح کرنے کے لیے اب تک متعدد حملے ناکافی ثابت ہوئے تھے۔

1455ء میں عیسائی حکومتیں خم ٹھونک کر ترکوں کے مقابلے پر آ گئیں اور سلطنت عثمانیہ پر حملے شروع کر دیئے گئے۔ سلطان محمد فاتح نے اس موقع پر ڈیڑھ لاکھ فوج تیار کی اور دو سو جنگی جہاز لے کر عیسائی حکومتوں کو سبق سکھانے کے لیے ان کے مقابلے پر آ گئے اور سربیا کے دارالحکومت بلغراد کا محاصرہ کر لیا گیا۔ قریب تھا کہ دارالحکومت بلغراد کو فتح کر لیا جاتا کہ ہنگری کا مشہور سپہ سالار ہونیاد پھر کمک لے کر آ پہنچا۔ اس جنگ کے بعد سلطان محمد نے 1458ء میں محمود پاشا صدر اعظم کو تسخیر سربیا کے لیے روانہ کیا اور اس نے آتے ہی سربیا کے تمام مقبوضات فتح کر لیے جو دولت عثمانیہ میں شامل کر لیے گئے۔ صرف ایک شہر بلغراد اس کے ہاتھوں سے بچ گیا تھا کیونکہ اس نے سلطنت ہنگری میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ باقی تمام مقبوضات سلطنت عثمانیہ میں آ چکے تھے۔

بوسنیا کی فتح سربیا کی فتح کے چار سال بعد وقوع میں آئی۔ دیگر ریاستوں کی طرح یہاں بھی جنگ اقتدار برپا تھی اور آئے دن کی بغاوتوں اور شورشوں کے باعث ملک کا امن وامان غارت ہو چکا تھا۔ یہاں سے فراغت حاصل کرنے کے بعد سلطان ہرزیگوینا کی جانب متوجہ ہوئے۔ سلطان محمد فاتح ثانی کے بیٹے سلطان بایزید ثانی کے عہد میں اسے مکمل طور پر سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔ بوسنیا اور ہرزیگوینا کے بعد البانیہ کی باری آئی۔ اسکندر بک کی وفات کے بعد سلطان محمد فاتح نے تمام البانیہ کو بآسانی مسخر کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اٹلی کی فتح کے بعد ٹورنٹو پر قبضہ کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ یہ شہر موقع کے لحاظ سے اٹلی کا دروازہ تھا۔ احمد پاشا نے خشکی اور سمندر دونوں جانب سے اس پر حملہ کیا۔ اہل شہر نے مدافعت میں بڑے سرگرمی دکھائی، لیکن وہ صرف چند روز ہی مقابلہ کر سکے اور عثمانی فوج فاتحانہ انداز میں ٹورنٹو شہر میں داخل ہو گئی۔

ایک عظیم فاتح ہونے کے علاوہ محمد ثانی بڑی شاندار عمارتوں کے بانی بھی تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے قسطنطنیہ میں جامع فاتح اور مسجد ایوبی تعمیر کرائی۔ ان کے علاوہ درہ دانیال کے قلعے اور بحری اور بری اہمیت کے دوسرے مستحکم مقامات بھی تعمیر کرائے۔ سلطان نے سائنس کی تعلیم اور اس کے مطالعے کی حوصلہ افزائی کی اور ادبیات وشعر وسخن میں بھی دلچسپی لی۔ وہ خود بھی شاعر تھے اور عونی تخلص کرتے تھے۔ آبنائے باسفورس پر قائم کیے جانے والے دوسرے پل کو انہی کے نام پر ''سلطان محمد فاتح پل'' کا نام دیا گیا ہے۔ محمد فاتح اپنی فتوحات کی وجہ سے ہی مشہور نہیں ہے بلکہ انتظام سلطنت اور اپنی حیرت انگیز قابلیت کے باعث بھی شہرہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے پہلی مرتبہ سلطنت عثمانیہ کے لیے باقاعدہ قوانین مرتب کیے۔

1481ء میں سلطان محمد ثانی، فاتح قسطنطنیہ نے اکیاون برس کی عمر میں لکوزہ کے مقام پر وفات پائی۔ سلطان محمد ثانی کی وفات پر یورپ والوں نے بہت خوشی منائی تھی، کیونکہ سلطان ہر وقت ان کے سروں پر تیغ برہنہ کی طرح لٹکتے رہتے تھے۔ سلطان محمد ثانی کی تجہیز وتکفین ''فاتح مسجد'' میں ہوئی جسے خود انہوں نے قسطنطنیہ میں تعمیر کروایا تھا۔ سلطان محمد ثانی کا عہد حکومت عثمانی ترکوں کا سب سے زیادہ طاقتور عہد شمار ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

## بقیہ: سرگرمیاں

محبت ہو تو اس کا اظہار بھی ضرور کریں اور اس کے لیے طریقہ کار نبی اکرم ﷺ نے یہ بتایا کہ محبّ یوں کہے میں تم سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں اور محبوب یوں کہے کہ وہ اللہ بھی تجھ سے محبت کرے جس کے لیے تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ (3) ہم اپنے دلوں میں اپنے رفقاء کے لیے نرم گوشہ رکھیں اور حتی الامکان اپنے بھائی کی تکلیف کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ (4) رفیق کی عدم موجودگی میں اگر اس کی برائی ہو تو اس کا دفاع کریں جیسے غزوۂ تبوک کے موقع پر معاذ بن جبل ؓ نے حضرت کعب بن مالک ؓ کا دفاع کیا تھا۔ (5) اپنے رفقاء کے لیے دل میں یہ تڑپ پیدا کریں کہ یہ وہ دین میں آگے سے آگے بڑھیں اور ساتھ ہی اس کام میں ہر ممکنہ نصرت کریں۔ (6) رفیق کے کم ایثار کو بھی اہمیت دیں۔ رفقاء کے حقوق کے ذکر کے بعد انہوں نے اجتماع میں شرکت پر تمام رفقاء کا عموماً اور مدرسین کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا۔ بحیثیت مجموعی یہ پروگرام بہت مفید رہا۔ اس اجتماع میں 240 رفقاء نے شرکت کی۔ امیر حلقہ کی دعا پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہمارے اس جان ومال کے ایثار کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور خدمت دین کے لیے مزید ہمت وحوصلہ عطا کرے۔ (آمین) (رپورٹ: محمد سہیل)


## کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط وکتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

**شعبہ خط وکتابت کورسز**

قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

# تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

## ناظم حلقہ ملاکنڈ کا دورہ ماموند باجوڑ

ناظم حلقہ ملاکنڈ احسان الودود 2 مارچ کو صبح تیمر گرہ سے عنایت کلی، بیلوٹ اور ماموند (باجوڑ) روانہ ہوئے۔ حلقہ کے ناظم دعوت فیض الرحمان، سلمان اور تاج محمد ان کے ہمراہ تھے۔ راقم نے ماموند میں امیر حلقہ کی مقامی افراد سے انفرادی ملاقاتوں کے لئے وقت پہلے سے لے رکھا تھا۔ امیر حلقہ سب سے پہلے عنایت کلی تشریف لائے، جہاں ایک سکول ٹیچر سے بہت مفید ملاقات ہوئی۔ مذکورہ ٹیچر زیر دعوت احباب میں سے ہیں اور ندائے خلافت کے باقاعدہ قاری ہیں۔ بعدازاں بیلوٹ روانگی ہوئی۔ جہاں پر جماعت اسلامی کا ایک دیرینہ رکن مولانا بشیر احمد سے ملاقات ہوئی۔ مولانا موصوف کے گھر سے ملحقہ ایک وسیع وعریض مہمان خانہ ہے، جہاں پر اکثر جماعت اسلامی کے کارکنوں کے اجلاس اور پروگرامات ہوتے ہیں۔ یہاں جناب فیض الرحمٰن نے بہ خوبصورت انداز سے نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت اور طریق انقلاب واضح کیا اور اس بات پر زور دیا کہ موجودہ جمہوری طریقے سے اسلامی انقلاب برپا نہیں ہوسکتا۔ اسلامی انقلاب کے لئے ہمیں سیرت مطہرہ سے ماخوذ انقلابی منہج کو اختیار کرنا ہوگا۔ یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ شرکاء کی اکثریت اس بات پر متفق دکھائی دی کہ موجودہ انتخابی طریقے سے اسلامی انقلاب نہیں آسکتا۔ انقلاب کے لئے انقلابی طور پر جدوجہد ناگزیر ہے۔ مولانا صاحب نے یہ گفتگو کو بڑی دلجمعی سے سنی اور اس سے بڑھ کر مہمانوں کا اکرام کیا۔ وہاں سے مغرب کے وقت مینہ پہنچے، جہاں راقم کا گھر ہے۔ راقم نے تنظیم کے مقامی ذمہ داران کو بھی رات کے لئے گھر پر بلا رکھا تھا۔ نماز مغرب کے بعد گل محمود نے مقامی مسجد میں اقامت دین پر بیان کیا اور واضح کیا کہ پوری دنیا پر آپ ﷺ کا لایا ہوا دین نافذ ہو کر رہے گا۔ البتہ ہم مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس کے قیام کے لئے جدوجہد کریں۔ اگلی صبح نماز فجر کے بعد فیض الرحمان نے مقامی مسجد میں توبہ کے موضوع پر پُر تاثیر بیان کیا۔ لوگوں نے یہ بیان ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ ناشتا کے بعد ناظم حلقہ مینہ کے رفقاء کے ہمراہ امت پبلک سکول تشریف لے گئے، جہاں پر 9 بجے اُن کی تمام رفقاء سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے رفقاء کو ہدایات دیں۔ فیض الرحمان نے سورۃ الصف پر درس قرآن دیا۔ جبکہ ناظم حلقہ کی خواہش پر جہانگیر خان نے سورۃ العصر پر بیان کیا۔ آخر میں مقامی امیر کے انتخاب کے لئے رفقاء سے رائے لی گئی۔ دعا پر اس ایمان افروز سیشن کا خاتمہ ہوا۔ بعدازاں رفیق تنظیم صالح محمد نے ظہرانہ دیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور راہ دین میں ہماری تگ و دو کو ہمارے لئے گوشہ آخرت بنائے۔ (آمین) (مرتب: ابوکلیم نبی محسن)

## حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کا سہ ماہی تربیتی اجتماع بعنوان ''حقوق العباد'' 17 مارچ بروز اتوار قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا دورانیہ صبح 8 بجے سے دوپہر 1 بجے تک تھا۔ پروگرام کے آغاز میں حلقہ کے ناظم تربیت ڈاکٹر محمد الیاس نے تمام رفقاء کو اجتماع میں خوش آمدید کہا اور ان کی بروقت آمد پر شکریہ ادا کیا اور ساتھ ساتھ پروگرام کی ترتیب سے شرکاء کو آگاہ کیا۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا، جس کی سعادت قرآن اکیڈمی تنظیم کے رفیق عبدالمقتدر نے حاصل کی۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے فرمان مبارک ''اپنی آواز کے ساتھ قرآن کو مزین کرو'' پر عمل کرتے ہوئے سورۃ الانعام کے انیسویں رکوع کی آیات تلاوت کیں۔ ان کے بعد اولڈ سٹی تنظیم کے رفیق احسان الحق قریشی نے تذکیر بالقرآن کی ذمہ داری انجام دی۔ انہوں نے اپنے درس میں تلاوت کی جانے والی آیات کا ترجمہ اور ان کی مختصر تشریح بیان کی۔ بعدازاں مقامی تنظیم کورنگی شرقی کے امیر انوار علی نے درس حدیث کی سعادت حاصل کی۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے چند ارشادات کی روشنی میں ''حقوق العباد کی اہمیت و فضیلت'' کے موضوع پر ایمان افروز درس دیا۔ ''والدین کے حقوق'' پر عاطف اسلم نے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم پر حقوق العباد میں سب سے بڑا حق اپنے والدین کا ہے۔ ہمارے والدین ہمارے لیے جنت بھی ہیں جہنم بھی۔ دنیا میں انسان کو جو نعمتیں عطا کی گئی ہیں ان میں بہت بڑی نعمت والدین ہیں، لیکن اس عظیم ترین نعمت کا احساس ہمیں اس وقت ہی ہوتا ہے جب یہ وہ اس دنیا فانی سے چلے جاتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اگر وہ زندہ ہیں تو ان کو راضی کر کے اللہ کی خوشنودی کا حصول کریں، بصورت دیگر صالح اعمال کر کے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنیں۔ ان کے بعد حلقہ کے ناظم مکتبہ عبدالرزاق کوڈاوی نے ''زوجین کے حقوق'' کے موضوع پر درس دیا۔ اُنہوں نے موضوع سے متعلق احادیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ نیک بیوی اس زمین پر اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ انہوں نے کہا کہ شادی کے لئے ہمیں نیک سیرت خاتون کو ترجیح دینی چاہیے۔ بعدازاں ہمیں اپنی شریک حیات میں کچھ عیب نظر آئے تو آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق اچھی صفات تلاش کر کے گھر بسایا جائے۔ کلفٹن تنظیم کے رفیق محمد اسلم نے ''اولاد کے حقوق'' بیان کیے۔ انہوں نے اپنے درس میں بچے کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے مسنون اعمال بیان کیے اور خاص طور پر اپنی اولاد کو اپنے لیے صدقہ جاریہ بنانے کی ترغیب دی۔ ''پڑوسیوں کے حقوق'' کے موضوع پر کورنگی غربی تنظیم کے رفیق ابرار حسین نے روشنی ڈالی۔ مقرر نے چند احادیث مبارکہ کے ذیل میں پڑوسیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی اہمیت و فضیلت بیان کی۔ بعدازاں چائے اور باہمی تعارف کے لیے وقفہ ہوا۔ وقفہ کے فوراً بعد مذاکرہ ہوا، جس کی ذمہ داری ڈاکٹر محمد الیاس نے انجام دی۔ انہوں نے اپنے رفقاء کے سامنے ''مختلف ذمہ داریوں میں توازن (Balancing Roles)'' کے موضوع پر بذریعہ ملٹی میڈیا مذاکرہ کروایا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں ہر میدان میں ایک اچھا بندہ بننا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم تنظیم میں اپنے آپ کو بہت اچھا رفیق تو ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائیں، لیکن ہمارے گھر والے ہمارے بارے میں منفی تاثر رکھتے ہوں۔ ایک کامیاب انسان وہ ہے جو ہر کردار میں کامیاب ہو۔ اس کے لیے بھی ہمارے سامنے نبی اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہے۔ آپؐ کی حیات مبارکہ پر نظر ڈالیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ آپؐ ہر میدان میں انتہائی کامیاب ہستی تھے۔ مذاکرہ کے بعد حلقہ کے ناظم دعوت حافظ عمیر انور نے بذریعہ ملٹی میڈیا بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی تحریر ''قرآن اور امن عالم'' کا مطالعہ کروایا۔ جس کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ امن انفرادی ہو یا اجتماعی اسلام پر عمل کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ بانی محترمؒ اور ان کے فکر سے اپنا روحانی تعلق تازہ و برقرار رکھنے کے لیے مختصر دورانیہ کے ویڈیو کلپ بھی وقفہ وقفہ سے دکھائے جاتے رہے۔ امیر سوسائٹی تنظیم ثاقب رفیع شیخ نے حالات حاضرہ پر گفتگو کی اور رفقاء کو ترغیب دلائی کہ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تنظیمی نقطہ نظر سے آگاہ رہنے کے لیے تنظیمی جرائد کا مطالعہ اپنے اوپر لازم کر لیں۔ اُن کے اندازِ بیاں کو رفقاء نے بہت سراہا۔ اس کے بعد امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر نے اختتامی گفتگو کرتے ہوئے سب سے پہلے اجتماع کے مرکزی موضوع کی غرض و غایت کو واضح کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ اکثر رفقاء سے ملاقاتوں میں دیکھا گیا کہ دینی فرائض میں تساہل کی ایک وجہ گھریلو ناچاقیاں ہیں، جن کا بڑا سبب متعلقین کے حقوق کی ادائی میں کوتاہی برتنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ضرورت محسوس ہوئی کہ حقوق العباد کی اہمیت کو واضح کیا جائے اور ہر کردار میں تناسب پیدا کرنے کے نبوی ﷺ طریقے بھی رفقاء کے سامنے لائے جائیں۔ اُنہوں نے مزید کہا کہ کردار میں توازن کے بگاڑ کی ایک وجہ داخلی انتشار بھی ہوتا ہے جو خارجی انتشار کا سبب بنتا ہے۔ بانیٔ محترمؒ کی تحریر ''قرآن اور امن عالم'' کے مطالعہ کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے سامنے انتشار سے نجات کے ذرائع بھی واضح ہو جائیں۔ انہوں نے مرکزی موضوع کی مناسبت سے ''رفقاء کے حقوق'' کو قرآن حکیم و واقعاتِ سیرت النبی ﷺ سے واضح کیا۔ ان میں سے چند یہ ہیں: (1) رفیق سے ذاتی ملاقات بڑھائیں کیونکہ سیرت مطہرہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب صحابہ کرامؓ نے دین پر عمل کرنا شروع کیا تو ان کو اپنے بعض خونی رشتوں سے کٹنا پڑا۔ تو جہاں وہ بعض لوگوں سے کٹ رہے تھے وہیں کسی سے جڑ بھی رہے تھے۔ لہٰذا ہمارے رفیق کے دل میں کبھی یہ احساس پیدا نہ ہو کہ وہ اکیلا ہے۔ (2) اگر ہمیں اپنے کسی رفیق سے

(باقی صفحہ 15 پر)

# OF HOPE AND PAIN: RACHEL CORRIE' S RAFAH LEGACY

"Hi Papa ... don't worry about me too much, right now I am most concerned that we are not being effective. I still don't feel particularly at risk. Rafah has seemed calmer lately," Rachel Corrie wrote to her father, Craig, from Rafah, a town located at the southern end of the Gaza Strip. 'Rachel's last email' was not dated on the Rachel Corrie Foundation website. It must have been written soon after her last email to her mother, Cindy, on Feb. 28. She was killed by an Israeli bulldozer on March 16, 2003.

Immediately after her painful death, crushed beneath an Israeli army bulldozer, Rafah embraced her legacy as another 'martyr' for Palestine. It was a befitting tribute to Rachel, who was born to a progressive family in the town of Olympia, itself a hub for anti-war and social justice activism. But Olympia is also the capital of Washington State. Politicians here can be as callous, morally flexible and pro-Israel, as any other seat of government in the US, where sharply dressed men and women jockey for power and influence. Ten years after Rachel's death, the US government is yet to hold Israel to account. Neither is justice expected anytime soon.

Bordering Egyptian and Israeli fences, and ringed by some of the poorest refugee camps anywhere, Rafah has never ceased being a news topic in years. The town's gallantry of the First Palestinian Uprising (Intifada) in 1987 was the stuff of legends among other resisting towns, villages and refugee camps in Gaza and the rest of Palestine. The Israeli army used Rafah as a testing ground for a lesson to be taught to the rest of Palestinians. Its list of 'martyrs' is one of the longest and it is unlikely to stop growing anytime soon. Many of Rafah's finest perished digging tunnels into Egypt to break the Israeli economic blockade following Palestine's democratic elections in 2006. Buried under heaps of mud, drowning in Egyptian sewage water, or pulverized by Israeli missiles, some of Rafah's men are yet to be located for proper burial.

Rafah agonized for many years, not least because it was partially encircled by a cluster of illegal Jewish settlements --- Slav, Atzmona, Pe'at Sadeh, Gan Or and others. The residents of Rafah were deprived of security, freedom, and even for extended periods of time, access to the adjacent sea, so that the illegal colonies could enjoy security, freedom and private beaches. Even when the settlements were dismantled in 2005, Rafah became largely entrapped between the Israeli military border, incursions, Egyptian restrictions and an unforgiving siege. True to form, Rafah continues to resist. Rachel and her International Solidarity Movement (ISM) friends must have appreciated the challenge at hand and the brutality by which the Israeli army conducted its business. Reporting for the British Independent newspaper from Rafah, Justin Huggler wrote on Dec. 23, 2003: "Stories of civilians being killed pour out of Rafah, turning up on the news wires in Jerusalem almost every week. The latest, an 11-year-old girl shot as she walked home from school on Saturday." His article was entitled: "In Rafah, the children have grown so used to the sound of gunfire they can't sleep without it." He too "fell asleep to the sound of the guns."

Rafah was affiliated with other ominous realities, one being house demolitions. In its report, Razing Rafah, published Oct. 18, 2004, Human Rights Watch mentioned some very disturbing numbers. Of the 2,500 houses demolished by Israel in Gaza between 2000 and 2004, "nearly two-thirds of these homes were in Rafah... Sixteen thousand people, more than ten percent of Rafah's population, have lost their homes, most of them refugees, many of whom were dispossessed for a second or third time." Much of the destructions occurred so that alleyways could be widened

to secure Israeli army operations. Israel s weapon of choice was the Caterpillar D9 bulldozer, which often arrived late at night. Rachel Corrie was also crushed by the same type of US manufactured and supplied bulldozer that terrorized Rafah for years. It is no wonder that Rachel s photos and various graffiti paintings adorn many walls of Rafah streets. Commemorating Rachel s death anniversary for the 10th time, activists in Rafah gathered on March 16. They spoke passionately of the American girl who challenged an Israeli bulldozer so that a Rafah home could remain standing. A 12-year-old girl thanked Rachel for her courage and asked the US government to stop supplying Israel with weapons that are often used against civilians.

While Rafah carried much of the occupation brunt and the vengeance of the Israeli army, its story and that of Rachel's was merely symbolic of the greater tragedy which has been unfolding in Palestine for many years. Here is a quick summary of the house demolition practice of recent years, according to the Israeli Committee against House Demolitions, also published in Al Jazeera, August 2012: The Israeli government destroyed 22 homes in East Jerusalem and 222 homes in West Bank in 2011, leaving nearly 1,200 people homeless. During the war on Gaza (Dec. 2008-Jan 2009), it destroyed 4,455 homes, leaving 20,000 Palestinians displaced and unable to rebuild due to the restrictions imposed by the siege. (Other reports give much higher estimates.) Since 1967, the Israeli government destroyed 25,000 homes in the occupied territories, rendered 160,000 Palestinians homeless. Numbers can be even grimmer if one is to take into account those who were killed and wounded during clashes linked to the destructions of these homes.

So, when Rachel Corrie stood with a megaphone and an orange high-visibility jacket trying to dissuade an Israeli bulldozer driver from demolishing yet another Palestinian home, the stakes were already high. And despite the inhumane caricaturing of her act by pro-Israeli US and other Western media, and the expected Israeli court ruling last August, Rachel s brave act and her subsequent murder stand at the heart of the Palestinian-Israeli conflict. It highlighted the ruthlessness of the Israeli army, put to shame Tel Aviv s judicial system, confronted the international community with its utter failure to provide protection for Palestinian civilians and raised the bar even higher for the international solidarity movement.

The Israel court verdict last August was particularly sobering and should bring to an end any wishful thinking that Israel s self-tailored judicial system is capable of achieving justice, neither for a Palestinian, nor an American. I reached the conclusion that there was no negligence on the part of the bulldozer driver, Judge Oded Gershon said as he read out his verdict in a Haifa District Court in northern Israel. Rachel s parents had filed a lawsuit, requesting a symbolic one dollar ($ 1) in damages and legal expenses. Gershon rejected the suit, delineated that Rachel was not a reasonable person and, once more blamed the victim, as has been the case with thousands of Palestinians for many years. Her death is the result of an accident she brought upon herself, he said. It all sounded that demolishing homes as a form of collective punishment was just another reasonable act, deserving of legal protection. In fact, as per Israeli occupation rules, it is.

Rachel s legacy will survive even Gershon s charade court proceeding and much more. Her sacrifice is now etched into a much larger landscape of Palestinian heroism and pain. I think freedom for Palestine could be an incredible source of hope to people struggling all over the world, she wrote to her mother nearly two weeks before her death. I think it could also be an incredible inspiration to Arab people in the Middle East, who are struggling under undemocratic regimes which the US supports. (*Courtesy: Arab News*)